یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

یا عباس

Knowledge for All

SABIL-E-SAKINA

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

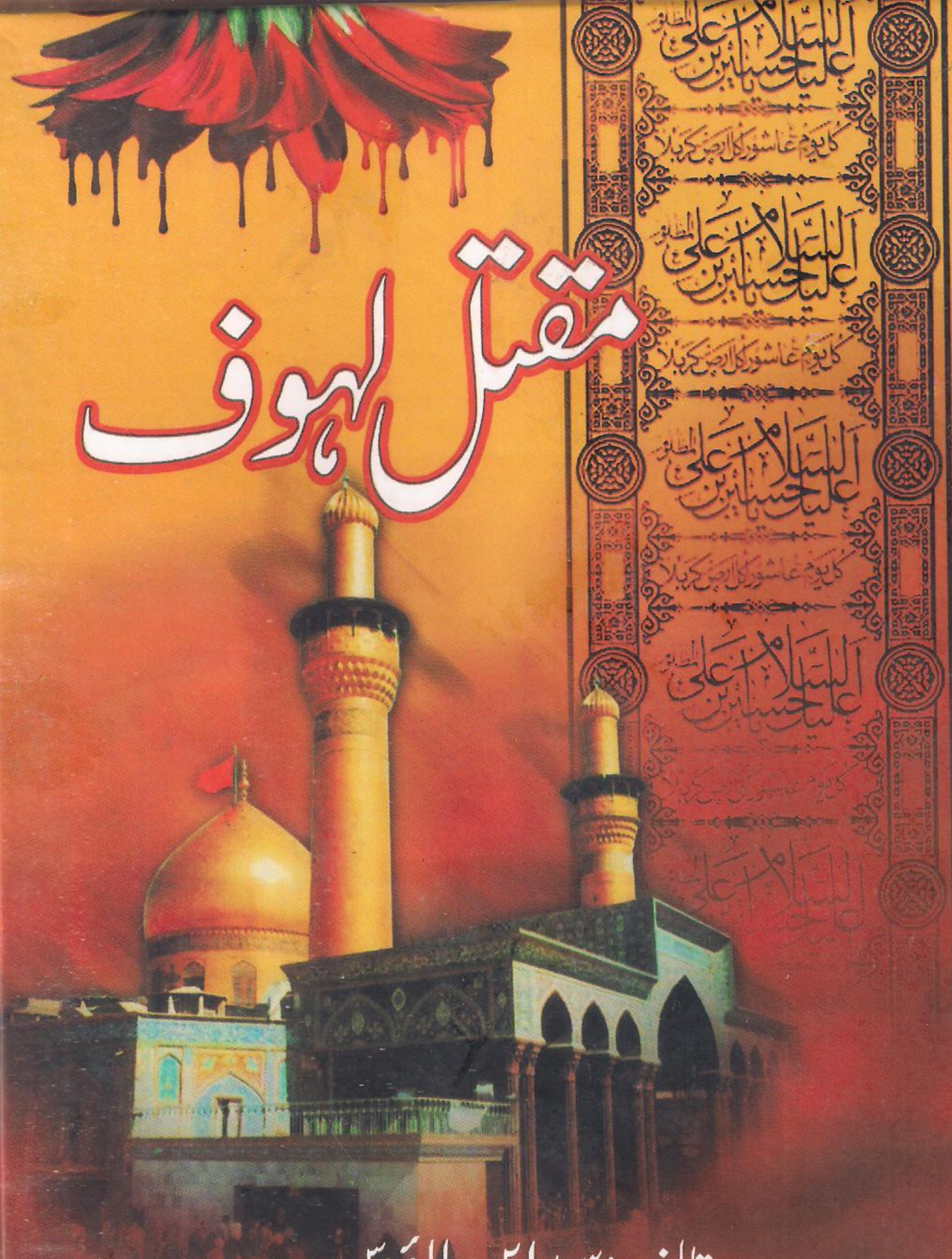
خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

مقتل لہوف



تالیف: سید ابن طاؤس

ناشر اسلامک بک سنٹر اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبیل سکینہؑ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-C1

مقتل لہوف

سید ابن طاؤسؒ

(متوفی ۶۶۴ھ)

مترجم

مولانا مظہر حسین حسینی

ناشر

اسلامک بک سنٹر اسلام آباد

نام کتاب	:	مقتل لہوف
مؤلف	:	سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	مولانا مظہر حسین حسینی
پیشکش	:	مولانا سید محمد ثقلین کاظمی
نظر ثانی	:	مولانا محمد حسن جعفری (ایم اے)
کمپوزر	:	غلام حیدر، میکسیما کمپوزنگ سینٹر، 03465927378
پرنٹنگ	:	میکسیما پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، موبائل: 03335169622
بارِ اشاعت	:	دوّم۔ جنوری ۲۰۰۶ء
بارِ اشاعت	:	سوم۔ اپریل ۲۰۰۸ء
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	120 روپے
ناشر	:	اسلامک بک سنٹر

362-C، گلی نمبر 12، G/6-2، اسلام آباد

فون نمبر 051-2870105

ملنے کا پتہ : مکتبۃ الرضا 8- بیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-7245166

معصوم پبلیکیشنز، منٹھوکھا، کھرمنگ، بلتستان

فہرست

حصہ اوّل

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے صبح عاشورا تک

حصہ دوم

حصہ سوم

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے بعد

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

1962ء میں راولپنڈی کے متدین نوجوانوں پر مشتمل ایک انجمن بنام ''ینگ مین شیعہ ایسوسی ایشن'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا بنیادی مقصد علوم محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی نشر و اشاعت تھا۔ اس انجمن کے تحت ابتدائی طور پر بہت سے تبلیغی پمفلٹ شائع ہوئے۔ بعد ازاں اس کا دفتر اسلام آباد میں منتقل ہوگیا اور انجمن کا نام تبدیل کر کے پہلے ادارہ تبلیغ شیعہ اور بعد میں امامیہ دارالتبلیغ اسلام آباد رکھ دیا گیا۔ اس ادارے کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی ہوئی اور علماء کرام نے بھی تعاون کرنا شروع کر دیا جس کے بعد دیگرے بہت سے تبلیغی اور اصلاحی کام ہوئے۔ اس ادارے کی مطبوعات میں ''تذکرۂ علمائے امامیہ''، ''امامیہ ڈائریکٹری'' اور ''امامیہ دینی مدارس کا جائزہ'' قابل ذکر ہیں۔

آج کل دینی کتب کی نشر و اشاعت اسلامک بک سنٹر اسلام آباد کے تحت ہو رہی ہے۔ اس کے تحت ایلیا، ''اوم اور علیؑ''، نمازِ شیعہ، سعادت الدارین فی مقتل الحسین علیہ السلام، اول وقتِ نماز، برزخ کا سفرنامہ، حقوقِ اموات، کشکول، وغیرہ کتب شائع ہوچکی ہیں۔

اس سال اس سنٹر کے تحت ''لھوف'' نامی مقتل کی بڑی جامع کتاب شائع کی جارہی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مولانا مظہر حسین حسینی ساکن کالرہ اسٹیٹ سرگودھا حال مقیم ایران نے کیا تھا۔ لیکن اس میں عربی اور اردو متن کی بہت سی اغلاط تھیں، ان کی تصحیح کے لئے مولانا ملک آفتاب حسین جوادی نے ابتدائی طور پر کام کیا اور بعد ازاں محترم مولانا محمد حسن جعفری نے تصحیح فرمائی اور بڑی محنت کے بعد تمام اغلاط درست کر دیں۔ اب اغلاط سے پاک اور اچھے انداز میں یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ مومنین اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ کتاب لاہور سے کسی اور نام سے بھی شائع ہوئی ہے جبکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ کتاب کو اصل نام سے ہی شائع کرنا چاہیئے تاکہ قارئین کو خریدنے اور پڑھنے میں دقت نہ ہو۔

عزیزم غلام حیدر نے پوری کتاب کی نئے سرے سے کمپوزنگ کی ہے۔ میں آخر میں مولانا آفتاب حسین جوادی اور خصوصی طور پر مولانا محمد حسن جعفری مدیر مدرسہ کنزالعلوم الامامیہ راولپنڈی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی محنت کی وجہ سے اس کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل بیتؑ کو سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

میں مولانا مظہر حسین حسینی کا بھی شکر گزار ہوں جن کے ترجمے سے ہم نے استفادہ کیا۔

والسلام

سید محمد ثقلین کاظمی

ناظم اعلیٰ، اسلامک بک سنٹر اسلام آباد

یکم مارچ ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کے حالاتِ زندگی

سید ابن طاؤس کا نام علی بن موسیٰ بن جعفر ابن طاؤس ہے۔ یہ رضی الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کی ولادت باسعادت ۱۵ محرم الحرام ۵۸۹ ہجری بروز جمعرات کو ہوئی۔ سید رضی الدین کی والدہ ورام بن ابی فراس کی دختر تھیں۔ آپ کی نانی حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی بیٹی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سید رضی الدین نے بعض مقامات پر شیخ طوسی علیہ الرحمہ کو جدّ کہا ہے۔ سید ابن طاؤسؒ کا سلسلۂ نسب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ سید رضی الدین کے جد امجد طاؤس کی اولاد میں کئی ایک مشاہیر علماء ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک سید رضی الدین کے بھائی احمد بن موسیٰ ہیں جن کا لقب جمال الدین تھا۔ ان کی تالیفات بیاسی (۸۲) کے قریب ہیں۔ یہ شاعر بھی تھے۔

سید ابن طاؤسؒ کی تالیفات

سید ابن طاؤسؒ کی کئی ایک تالیفات ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں: کتاب الاقبال، فلاح السائل، لهوف علی اهل الطفوف، المهمات و التتمات، مجتنی، مهج الدعوات، جمال الاسبوع۔

سید ابن طاؤوسؒ کے تقویٰ کا ایک نمونہ

سید نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب زہر الربیع میں رقمطراز ہیں کہ سید رضی الدین علی بن طاؤوس نے بتایا کہ بادشاہ وقت نے مجھ سے قاضی بننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میری عقل اور خواہشِ نفس نے میرے پاس ایک مقدمہ دائر کر کے مجھ سے فیصلہ کی خواہش کی۔ وہ دونوں میرے پاس آئے۔

عقل نے دلیل دیتے ہوئے کہا: میں تمہیں بہشت اور اس کی لازوال نعمات کی طرف لے جانا چاہتی ہوں۔

ہوائے نفس نے دلیل دی۔ دیکھو آخرت ادھار ہے میں تمہیں دنیا میں موجود لذتوں سے بہرہ مند کرنا چاہتی ہوں اس کے ساتھ ہی دونوں نے مجھ سے عادلانہ فیصلے کا تقاضا کیا۔ میں ایک دن عقل کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں اور دوسرے دن خواہش نفس کے حق میں۔ اس قضیہ کو پچاس سال کا طویل عرصہ گزر گیا میں ابھی تک اس جھگڑے کا فیصلہ نہیں کر پایا۔ جو شخص اتنی طولانی مدت میں ایک قضیہ کا فیصلہ نہ کر سکا۔ وہ کئی قضیوں کا فیصلہ کرنے کی کیونکر صلاحیت و اہلیت رکھتا ہے۔ لہٰذا تم عہدۂ قضاوت پر ایسے شخص کو فائز کرو جو اس کا اہل ہو۔

اس خوبصورت واقعہ سے ان کے تقویٰ کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ قاضی کے پاس ہر قسم کے مقدمات آتے ہیں ان میں قتل کے کیس بھی ہوتے ہیں۔ عموماً شریعت کے مطابق گواہ میسر نہیں آتے۔ لہٰذا اگر کوئی عدالت کے فیصلے سے ناحق قتل ہو جائے تو اس کا وبال قاضی کے سر ہوتا ہے۔ ناحق قتل ناقابل معافی ہے کیونکہ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ انہوں نے کس پیارے اور دلنشین انداز اور بہترین حکمت عملی سے عقل اور خواہش

نفس کی داستان کے ذریعہ بادشاہِ وقت کی خواہش کو مسترد کیا۔(رحمہ اللہ)

علاوہ ازیں غاصب اور ظالم بادشاہ کی حکومت میں کسی طور اس کی مدد کرنا بذات خود ایک عظیم گناہ ہے۔ جس سے انہوں نے بڑی عقلمندی سے جان چھڑا لی۔

سید ابن طاؤسؒ اور امام زمانہ علیہ السلام

سید ابن طاؤسؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ سید رضی الدین علی بن طاؤس نے سامرہ میں حضرت صاحب العصر علیہ السلام کے سرداب میں آنجنابؑ کی صدائے مبارک سنی۔ انہوں نے آنجناب علیہ السلام کو یہ دعا قنوت میں پڑھتے ہوئے سنا:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّ شِيعَتَنَا خُلِقُوْا مِنْ فَاضِلِ طِيْنَتِنَا وَ عُجِنُوْا بِمَآءِ وَلَايَتِنَا الخ﴾

اے اللہ ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت (باقی ماندہ مٹی) سے خلق ہوئے ہیں اور ہماری ولایت کے پانی سے خمیر ہوئے لہٰذا ہماری خاطر انہیں بخش دے۔

کرامات

علامہ حلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن طاؤسؒ کی بعض کرامات بھی ہیں جو مجھ سے بیان کی گئی ہیں اور بعض کو میرے والد مرحوم نے نقل فرمایا تھا اور بڑی احتیاط سے انہیں تحریر کیا تھا۔

ان کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ ہے جسے اسماعیل بن حسن ھرقلی نے نقل

کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک شب صاحب العصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی زیارت کی۔ آنجنابؑ نے مجھے فرمایا کہ عباسی خلیفہ سے کوئی شے قبول نہ کرو اور میرے بیٹے سید رضی الدین سے کہو کہ علی بن عوض کو تمہاری سفارش لکھ دے ہم نے اس کے ذمہ لگایا ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ تمہیں دے دے۔ اس حکایت کو مقدس اردبیلیؒ نے حدیقۃ الشیعہ میں، علی بن عیسیٰ اردبیلیؒ نے کشف الغمہ میں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں تحریر کیا ہے۔

سید ابن طاؤسؒ کی امام زمانہ (عج) کے متعلق اپنے بیٹے کو نصیحت

اے میرے بیٹے محمد! خداوند تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن کو اپنے اولیاء کی دوستی و محبت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی سے زینت بخشے۔ جب مجھے تمہاری ولادت کی خبر ملی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم پر اس کا شکر ادا کیا اور بحکم خدا میں نے تمہیں حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غلامی میں دے دیا۔ اور میں نے تمہیں پیش آمدہ حوادث کے لئے امام علیہ السلام کی پناہ میں دیا اور ان کے دامن عنایت سے متوسل ہوا۔ اور اس خواب میں کئی مرتبہ حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ انہوں نے ہم پر نظر کرم فرمائی اور تمہاری حاجات براری کی اور اس قدر ذمہ داری قبول فرمائی کہ میں اسے الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا تم ان کی دوستی و محبت اور ان کی یاد میں اس طرح رہو جیسا خداوند تعالیٰ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت علیہ السلام اور ان کے آباء و اجداد چاہتے ہیں۔ آنجناب علیہ السلام کی حاجات و خواہشات کو اپنی خواہشات پر مقدم جانو۔ اپنا اور اپنے عزیزوں کا صدقہ دینے سے پہلے آنحضرت علیہ السلام کا صدقہ دو۔ اپنی دعا پر ان کے لئے دعا کو مقدم رکھو۔ ہر امر خیر میں انہیں ترجیح دو اور آنحضرت علیہ السلام

سے مخاطب ہوتے ہوئے پہلے سلام کہو اور اس کے بعد وہ زیارت پڑھو جو سلام اللّٰہ الکامل التام سے شروع ہوتی ہے۔ الخ۔

سید ابن طاؤسؒ کی وصیت

سید ابن طاؤسؒ نے اپنی کتاب فلاح السائل میں لکھا ہے کہ میرے جد لائق اقتدا افراد میں تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے منہ میں عقیق کے نگینہ والی انگشتری رکھی جائے جس پر ائمہ علیہم السلام کے اسماءِ گرامی کندہ ہوں۔ ان کے لئے ایسا ہی کیا گیا۔ پھر ان کی تاسی میں اپنی عقیق کی انگوٹھی پر میں نے بھی یہ عبارت کندہ کروائی:

﴿اللّٰہ ربی. محمدؐ نبیي و علیؑ امامی
(الٰی آخر الائمة) ائمتی و وسیلتی﴾۔

میں نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرے منہ میں یہ انگوٹھی رکھیں تاکہ قبر میں سوال کے لئے آنے والے دو فرشتوں کا جواب ہو سکے۔

شاید ورام بن ابی فراس نے اس حدیث سے استفادہ کیا ہو جس کا ظاہراً مفہوم یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا:

''یا علیؑ! عقیق کی انگشتری ہاتھ میں پہنا کرو کیونکہ وہ پہلا پتھر ہے جس نے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت، میری رسالت، تیری اور تیری اولاد سے ہونے والے ائمہؑ کی ولایت و امامت کا سب سے پہلے اقرار کیا۔''

اس بزرگوار کی وفات ۵ ذی قعدہ ۶۶۴ ہجری بروز پیر ہوئی۔

(ماخوذ از قصص العلماء، تالیف: میرزا محمد تنکابنی)

حصہ اوّل

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت
سے لے کر
صبحِ عاشورا تک

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت

آپؑ کی ولادت پانچ شعبان ۴ھ اور ایک قول کے مطابق تین شعبان کو ہوئی۔ بعض کہتے ہیں: ماہ ربیع الاول ۳ھ کے آخر میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اور روایات بھی موجود ہیں۔

جب آپؑ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مبارکباد پیش کرنے کے لئے شرف یاب ہوئے۔ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اپنے فرزند کو والد بزرگوار کی خدمت میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کا نام حسین رکھا۔

جناب ام الفضل کا خواب اور اس کی تعبیر [1]

ابن سعد اپنی کتاب طبقات میں ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن بکر بن حبیب سہمی اور وہ حاتم بن منعہ سے روایت کرتے ہیں کہ: جناب عباسؓ بن عبدالمطلب کی زوجہ ام الفضلؓ کہتی ہیں کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے ایک رات پہلے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اقدس سے

---

[1] تاج العروس۔

گوشت کا ایک ٹکڑا جدا ہوا اور میری آغوش میں آ گیا۔

اس خواب کی تعبیر میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میری بیٹی فاطمہؑ کے یہاں جلد ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اور میں اسے دودھ پلانے کے لئے تمہارے سپرد کروں گا۔[1] چنانچہ وہ مبارک دن آ پہنچا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہاں ایک فرزند متولد ہوا اور اسے دودھ پلانے کی خاطر میرے حوالے کیا گیا۔

ایک دن میں اس مولود مبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئی۔ آنحضرتؐ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا کر چومنا شروع کیا۔ اسی دوران بچے کے پیشاب کا قطرہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس مبارک پر گرا۔ میں نے اس دوران جلدی سے بچہ کو آنحضرتؐ کی آغوش سے جدا کیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: اے ام الفضل! ذرا آہستہ، میرا لباس تو دھویا جا سکتا ہے لیکن تم نے میرے بیٹے کو تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے حسین علیہ السلام کو اسی حالت میں چھوڑا اور کمرہ سے باہر پانی لینے کے لئے چلی گئی۔

جب میں واپس آئی تو دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کچھ دیر پہلے جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کر دے گی۔

علماء محدثین سے منقول ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام ایک سال کے ہوئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خدا کی طرف سے بارہ فرشتے نازل ہوئے جن کے

---

[1] شیخ مفیدؒ (الارشاد) ص ۲۳۲۔ ابن نما (مثیر الاحزان)۔
ابن جوزی تذکرہ خواص الائمہ، ص ۳۳۱۔ تاج العروس ج ۹، ص ۱۷۷۔

چہرے سرخ تھے، اوران کے پر و بال کھلے ہوئے تھے، عرض کرتے ہیں:

اے محمدؐ! وہی ظلم وستم جو قابیل نے ہابیل پر کیا تھا آپ کے فرزند حسین علیہ السلام پر بھی کیا جائے گا۔ اور جس طرح ہابیل کو اس کا اجر دیا جائے گا اسی طرح آپ کے حسین علیہ السلام کو بھی اجر دیا جائے گا۔ اور حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو وہی عذاب دیا جائے گا جو ہابیل کے قاتلوں کو ملے گا۔

اسی اثنا میں آسمانوں کے تمام مقرب فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تعزیت عرض کی۔ اور وہ مقام جو خداوند کریم نے شہادت کے عوض میں امام حسین علیہ السلام کو عطا فرمایا اس کی خبر پہنچائی۔ اور حسین علیہ السلام کی قبر کی تربت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ:

''اے خدا! جس نے میرے فرزند حسینؑ کو اذیت پہنچائی اسے ذلیل وخوار فرما، اور انہیں قتل کر جو حسینؑ کو قتل کرے۔ اور اس کے قاتل کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ فرما۔''

حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بارے میں جبرئیلؑ کا خبر دینا

جب امام حسین علیہ السلام دو سال کے ہوئے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک سفر درپیش ہوا، دورانِ سفر آنحضرتؐ اچانک رک گئے، اور فرمایا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے، رونے کی وجہ پوچھی گئی، تو فرمایا: مجھے ابھی جبرئیلؑ نے اس زمین کے بارے میں خبر دی ہے کہ جو شط فرات کے قریب ہے،

جس کا نام کربلا ہے۔ اسی سرزمین پر میرے فرزند حسینؑ کو شہید کیا جائے گا۔ سوال کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کا قاتل کون ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کا نام یزید بن معاویہ ہے گویا کہ میں ابھی حسین علیہ السلام کی قتل گاہ اور مقام دفن کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سفر سے غمگین لوٹے اور منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، لوگوں کو نصیحت کی۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ امام حسن علیہ السلام اور بایاں ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے سر پر رکھا اور اپنا چہرۂ مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے دعا مانگی:

[خداوندا! محمدؐ تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر ہے۔ اور یہ دونوں میرے اہل بیت اطہار اور برگزیدہ ذریت میں سے ہیں اور ان کو اپنی امت میں اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں، جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے اس فرزند کو بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کیا جائے گا، خدایا! شہادت کو اس کے لئے مبارک فرما اور اسے شہداء کا سردار قرار دے۔ اور اس کے قاتلوں کو ذلیل و رسوا کر]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سنتے ہی مجلس میں رونے کی آواز بلند ہوئی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آیا اس کے لئے گریہ وزاری کر رہے ہو جس کی نصرت سے تم دوری اختیار کرو گے؟ اس کے بعد مسجد سے باہر گئے اور فوراً مسجد میں واپس تشریف لے آئے۔ لیکن ان کا رنگ متغیر تھا۔ اور رونے والوں کے درمیان دوسرا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور کہا: ایہا الناس! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسری اپنی اہل بیتؑ جو میرے محبوب اور میرے گوشۂ جگر ہیں۔ ان دونوں کے درمیان جدائی نہیں ہوگی۔ جب تک کہ دونوں حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ اور جان لو کہ بروز قیامت میں ان دو گرانقدر امانتوں کا منتظر ہوں گا اور میں تم سے اپنے اہل بیتؑ کے

بارے میں سوال نہیں کروں گا مگر وہ کہ جس کے بارے میں خداوند متعال کہے گا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل بیتؑ سے محبت کرو، اور میرے اہل بیتؑ سے اچھا سلوک کرو۔ قیامت کے دن تمہاری مجھ سے ملاقات اس حالت میں نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں میرے اہل بیتؑ کی دشمنی ہو اور تم نے ان پر ظلم ڈھایا ہو، یقین کرو قیامت کے دن میری امت تین گروہ ہو کر میرے سامنے پیش ہوگی ہر گروہ کے ہاتھ میں ایک پرچم ہوگا:

پہلا پرچم

سیاہ رنگ کا ہوگا۔ ملائکہ اس کو دیکھ کر چیخ و پکار کریں گے۔ اس پرچم کے اٹھانے والے میرے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ان سے سوال کروں گا: تم کون ہو؟ وہ میرا نام بھول چکے ہوں گے، جواب دیں گے کہ ہم اہل توحید اور عرب ہیں۔ میں ان سے کہوں گا: میں احمد پیغمبر عرب و عجم ہوں۔ جواب دیں گے: ہم آپ کی امت ہیں۔ میں سوال کروں گا: میرے بعد اہل بیتؑ اور قرآن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب دیں گے: ہم نے قرآن کے حق کو ضائع کیا اور اس کی تعلیمات کو ترک کیا۔ اور آپ کے اہل بیت کو روئے زمین سے نابود کرنا چاہتے تھے۔ میں ان سے اپنا چہرہ پھیر لوں گا اور وہ روسیاہ اور پیاس کی حالت میں مجھ سے دور ہو جائیں گے۔

دوسرا پرچم

سامنے آئے گا۔ اس علم کی سیاہی پہلے علم کی سیاہی سے زیادہ ہوگی، ان سے دریافت کروں گا، کہ تم نے میرے بعد دو بزرگ امانتوں قرآن و اہل بیتؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

وہ جواب دیں گے: قرآن کی مخالفت کی اور آپؐ کے اہل بیتؑ پر ظلم کیا اور ان کو در بدر پھرایا، میں ان سے کہوں گا: مجھ سے دور ہو جاؤ۔ وہ اپنے سیاہ چہروں کے ساتھ پیاس کی حالت میں مجھ سے دور ہو جائیں گے۔

تیسرا پرچم

میرے سامنے پیش ہوگا۔ اس کے اٹھانے والوں کے چہروں پر نور ہوگا۔ میں ان سے سوال کروں گا، آپ کون ہیں۔ جواب دیں گے: ہم کلمہ گو اور اہل تقویٰ اور امت محمدؐ سے ہیں۔ ہم ہیں اہل حق جو دین پر ثابت قدم رہے اور راہِ دین سے منحرف نہیں ہوئے۔

ہم نے اللہ کی کتاب سے تمسک اختیار کیا، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانتے تھے۔ اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو دوست رکھتے تھے، ہم ان کی پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے اور ان کے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے۔

میں ان سے کہوں گا کہ تم کو بشارت ہو کہ میں تمہارا پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں، اور تم دنیا میں اسی طرح تھے جس طرح اب بیان کر رہے ہو۔ اس کے بعد ان کو حوض کوثر سے سیراب کروں گا، اور وہ خوش خوش چہروں کے ساتھ بہشت کی طرف جائیں گے اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

معاویہ کی موت اور یزید لعین کا خط

مذکورہ بالا خطبہ تمام ہونے کے بعد مجلس اختتام کو پہنچی، لیکن رسول خدا ﷺ کا یہ خطبہ اسی طرح لوگوں کے گوش گزار رہا، اور ہر محفل و مجلس میں شہادت امام حسین علیہ السلام کی داستان کا ذکر ہوتا رہا۔ لوگوں کی نظر میں یہ بہت اہم مسئلہ تھا۔ اور وہ اس واقعہ کے رونما ہونے کے وقت کے منتظر رہتے تھے۔

معاویہ ابن سفیان ماہ رجب ۶۰ ہجری کو ہلاک ہوا۔ اس کے بعد یزید حاکم ہوا، اس نے مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو خط لکھا اور اس کو حکم دیا کہ میرے لئے تمام اہل مدینہ بالخصوص امام حسین (علیہ السلام) سے بیعت لو اور اگر امام حسین (علیہ السلام) بیعت سے انکار کریں تو ان کا سر بدن سے جدا کر کے میرے پاس روانہ کر دو۔ ولید نے مروان کو طلب کیا اور اس بارے میں مروان کی رائے معلوم کرنا چاہی۔

مروان نے کہا: اس ذلت کو حسین (علیہ السلام) قبول نہیں کریں گے اور یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ لیکن اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور یہی قدرت و طاقت جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں فوراً حسین (علیہ السلام) کو قتل کر دیتا۔

ولید نے کہا: اے کاش میں اس کام کو انجام دینے اور اس ذلت کو اپنے ذمہ لینے کے لئے دنیا میں نہ آیا ہوتا۔

اس کے بعد ولید نے امام حسین علیہ السلام کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ امام حسین علیہ السلام بنی ہاشم کے تیس جوانوں کو اپنے ہمراہ لے کر آئے۔ ولید نے امام حسین علیہ السلام کو معاویہ کی موت کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بیعت خفیہ طور پر نہیں کی جا سکتی۔ جب صبح ہو تو لوگوں کو دعوت دینے کے ساتھ مجھے بھی دعوت دینا۔

مروان نے کہا: حسین (علیہ السلام) کی بات کو نہ مانو اور ان کے عذر کو قبول نہ کرو، بلکہ فوراً ان کا سر تن سے جدا کر دو۔

امام حسین علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر کہا: لعنت ہو تجھ پر اے زانیہ کے فرزند! کیا تو میرے قتل کرنے کا مشورہ دیتا ہے؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا، اور اس بات سے تو نے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کیا، اس کے بعد ولید کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حاکم مدینہ! ہم اہل بیت نبوت اور مخزن رسالت ہیں۔ اور ہمارے گھر میں ملائکہ کی آمد و رفت رہتی ہے، ہماری ہی خاطر خداوند کریم نے اپنی رحمت کو لوگوں پر وسیع کیا ہے اور ہماری ہی وجہ سے اس رحمت کا اختتام ہوگا۔ لیکن یزید فاسق، شرابی، محترم جانوں کا قاتل اعلانیہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہے مجھ جیسا شخص یزید جیسے کی بیعت کبھی نہیں کر سکتا۔ تم بھی رات گزارو اور ہم بھی رات گزارتے ہیں اور صبح تک تم بھی اس بارے میں خوب سوچو اور ہم بھی غور و فکر کرتے ہیں کہ ہم میں سے کون اس مقامِ خلافت کا زیادہ حقدار ہے؟ یہ بات تمام کر کے امام علیہ السلام ولید کے گھر سے باہر تشریف لے گئے،

مروان نے ولید سے کہا: تم نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا بلکہ برخلاف کام کیا۔

ولید نے کہا: لعنت ہو تم پر۔ تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو کہ جس میں میرے دین و دنیا کا نقصان ہے خدا کی قسم اگر دنیا کی تمام بادشاہی بھی مجھے مل جائے تو میں حسین (علیہ السلام) کو قتل نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم میں اس کو گوارا نہیں کرتا کہ کوئی بھی حسین (علیہ السلام) کے قتل کو اپنے ذمہ لے اور جب خداوند کریم سے ملاقات کرے تو اس کے اعمال صالح کا پلڑا بہت ہلکا ہو، اس کی بخشش محال ہوگی اور خدا اس پر نظرِ رحمت نہیں

کرے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ رات گزر گئی، صبح طلوع ہوئی اور امام حسین علیہ السلام حالات سے آگاہی کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ مروان نے ان سے ملاقات کی اور کہا: یا ابا عبداللہ! میں آپ کا خیر خواہ ہوں میری نصیحت کو سنیں تا کہ سعادت پائیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تیری نصیحت کیا ہے؟ بتا، کہ میں سنوں؟

اس نے کہا کہ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کرلو۔ کیونکہ یہ تمہاری دنیا و آخرت کے لئے بہتر ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾۔ اب دین اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہئے کہ جب امت پیغمبرؐ کی خلافت و بادشاہی یزید کے ہاتھوں میں ہو۔ میں نے اپنے جد امجد رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ﴿اَلْخِلَافَةُ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی آلِ اَبِی سُفْیَانَ﴾ ابوسفیان کے خاندان پر خلافت حرام ہے۔

امام حسین علیہ السلام اور مروان کے درمیان طولانی گفتگو ہوئی یہاں تک کہ مروان غصہ کی حالت میں چلا گیا۔

امام حسین علیہ السلام کا اپنی شہادت سے باخبر ہونا

سید ابن طاؤوسؒ کہتے ہیں کہ یہ بات تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کی خبر اور درپیش واقعات سے آگاہ تھے۔ اور انہوں نے اپنی شرعی ذمہ داری پر عمل کیا جو انہیں کرنا چاہیئے تھا۔

سید ابن طاؤوسؒ اپنی کتاب ''غیاث سلطان الوری لسکان اثری'' میں بہت سے راویوں کے نام ذکر کرتے ہیں کہ جن میں سے ایک راوی ابوجعفر

محمد بن بابویہ القمی ہیں انہوں نے اپنی کتاب امالی میں سند حدیث کو مفضل بن عمر سے نقل کیا انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور امامؑ نے اپنے آباء واجداد سے نقل کیا ہے:

ایک دن امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے۔ جیسے ہی امام حسین علیہ السلام کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے، امام حسن علیہ السلام نے پوچھا: کیوں روتے ہیں؟

جواب دیا کہ میرے رونے کی وجہ آپ پر آئندہ ہونے والے ظلم وستم ہیں۔
امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: جو ظلم مجھ پر ہوگا وہ فقط دھوکے سے زہر دیا جانا ہے جس کی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی، لیکن ﴿لَا یَوْمَ کَیَوْمِکَ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ﴾ کائنات کا کوئی دن آپ کی شہادت کے مانند نہیں کیونکہ ۳۰ ہزار کا لشکر جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے اور ہمارے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہوں گے وہ آپ کا محاصرہ کریں گے۔ اور آپؑ کو قتل کرنے، آپؑ کا خون بہانے اور آپ کی ہتک کرنے کے لئے، آپؑ کے اہل بیتؑ کو قیدی بنانے اور آپؑ کے مال کو لوٹنے کے لئے آمادہ ہوں گے۔ اور یہ وہی وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی بنی امیہ پر لعنت ہوگی اور آسمان خون برسائے گا، اور خاک پھیلائے گا، یہاں تک کہ کائنات کا ذرہ ذرہ، جنگلوں کے درندے، دریاؤں کی مچھلیاں آپ کی مصیبت پر گریہ کریں گی

﴿فَتُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ﴾

اپنے پروردگار کی بارگاہ میں تم توبہ کرو پس اپنی جانوں کو قتل کرو یہی تمہارا عمل خدا کے نزدیک بہترین عمل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں ﴿وَلَا تُلْقُوا

بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ شہادت کی طرف اشارہ ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، بلکہ شہادت انسان کے لئے ایک عظیم سعادت ہے۔

صاحب کتاب (مقتل) نے اپنی کتاب میں اسلم سے روایت کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے اس آیتِ شریفہ کی اس طرح تفسیر فرمائی ہے:

اسلم روایت کرتے ہیں کہ ہم جنگ نھاوند یا کسی دوسری جنگ میں شریک تھے ہم مسلمانوں نے اپنی صفوں کو درست کیا اور دشمن بھی ہمارے مقابلہ میں صف آرا ہوئے، کسی بھی جنگ میں ایسی طویل و عریض صفیں نہیں دیکھی تھیں اسی دوران مسلمانوں کی صف سے ایک مسلمان نکل کر حملہ آور ہوا۔ تو لوگوں نے کہا: ﴿لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ اَلْقٰی نَفْسَہُ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ (تعجب ہے اس شخص پر کہ جس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے آمادہ کیا)۔ اس وقت ابوایوب انصاری نے کہا: تم نے اس آیت کی تاویل اس حملہ آور شخص سے کی جو شہادت کا طالب ہے؟

حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے چونکہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی مدد میں مشغول ہوئے اور اپنے اہل و عیال اور مال سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور اپنی ذات کی اصلاح کے لئے کوئی اقدام نہ کیا۔ یہاں تک کہ ہماری زندگی کے امور درہم برہم ہو گئے تو اس کے بعد ہم نے یہ ارادہ کیا کہ ہم اپنی زندگی اور مال کی اصلاح کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے دوری اختیار نہ کریں۔

لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلاَ تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم رسول خداؐ کی مدد سے گریز کریں اور گھر میں بیٹھے رہیں۔ (تو یہ ہلاکت ہے)۔

سید ابن طاؤسؒ کہتے ہیں: شاید کچھ کوتاہ نظر شہادت کی عظیم سعادت سے ناواقف لوگ ہیں یہ خیال کریں کہ خداوند متعال ایسی صورتِ حال جس میں انسان اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے پسند نہیں کرتا۔ کیا ایسے کوتاہ نظر افراد نے قرآن حکیم کی یہ آیت نہیں پڑھی جس میں خداوند متعال حکم فرمارہا ہے ایک گروہ اپنے آپ کو قتل کرکے اپنے ہاتھوں سے ہی بدبختی اور ہلاکت کی طرف گئے ہیں۔ اور خداوند کریم کو اپنے اوپر غضبناک کیا، جس کا ہم نے خیال کیا ہے یہ آیت اس کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم نے کہا کہ گھر میں بیٹھے رہیں گے اور اسلام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ کریں گے۔ اور یہ آیت اس شخص کے لئے نازل نہیں ہوئی کہ جو دشمن پر حملہ کرے۔ اور اپنے ساتھیوں کو دشمن کے ساتھ جنگ پر آمادہ بھی کرے یا شہادت اور آخرت کا اجر پانے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کرے، اور ہم نے کتاب کے مقدمہ میں کہا ہے کہ خدا کے اولیاء راہ حق میں تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے نہیں ڈرتے۔ اور وہ مطالب کہ جنہیں ہم اس کتاب میں نقل کررہے ہیں وہ اس موضوع کے حقائق پر پڑے پردوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔

مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی روانگی

علماء محدثین امام حسین علیہ السلام کی ولید بن عتبہ اور مروان کے ساتھ ملاقات کی تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ اس رات کی صبح ۳ شعبان ۶۰ھ کی تھی امام حسین علیہ السلام مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بقیہ ماہ شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعدہ مکہ میں رہے۔

عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر امام علیہ السلام کی خدمت اقدس میں مشرف ہوئے اور عرض کی کہ آپؑ مکہ میں ہی رہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے جو امر فرمایا ہے میں اسے انجام دوں گا۔ ابن عباس امام حسین علیہ السلام کے گھر سے باہر آئے اور راستہ میں کہہ رہے تھے کہ وا حسیناہ! اس کے بعد عبداللہ بن عمر امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کی: آپ کے لئے بہتر ہے کہ آپ ان گمراہ لوگوں کی اصلاح فرمائیں اور ان کے ساتھ جنگ نہ کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مگر تم نہیں جانتے کہ یہ دنیا کی پستی تھی کہ حضرت یحییٰ بن زکریا کے سر کو بنی اسرائیل کی ایک زنا کار عورت کے سامنے بطور ہدیہ پیش کیا گیا کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ستر (۷۰) پیغمبروں کو قتل کرنے کے بعد اپنے معاملات میں اس طرح مشغول ہو جاتے تھے کہ گویا کوئی ظلم ہی انجام نہ دیا ہو۔ لیکن خداوند متعال نے انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کی، بلکہ انہیں مہلت دی اور اس مہلت کے گزرنے کے بعد ان سے سخت انتقام لیا۔

[اے عبداللہ! خداوند کریم کے غیظ و غضب سے ڈرو! اور میری نصرت کرنے میں کوتاہی نہ کرو]۔

اہل کوفہ کی امام حسین علیہ السلام کو دعوت

اہل کوفہ نے جب امام حسین علیہ السلام کی مکہ میں تشریف آوری اور یزید کی بیعت سے انکار کی خبر سنی تو انہوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پر اجتماع کیا۔ اس اجتماع میں سلیمان بن صرد اس طرح مخاطب ہوئے:

اے شیعو! تم نے سنا کہ معاویہ ہلاک ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا یزید اس کا جانشین بنا اور نیز یہ بھی تم جانتے ہو کہ حسین بن علی علیہ السلام نے اس کی مخالفت کی ہے اور بنی امیہ کے ستم کاروں کی شر سے بچنے کے لئے خانہ خدا میں پناہ لے رکھی ہے۔ تم ان کے والد گرامی

کے شیعہ ہو۔ اور آج امام حسین علیہ السلام تمہاری نصرت کے ضرورت مند ہیں۔ اگر تم ان کی مدد کرنے اور ان کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنی آمادگی کا اظہار کرو، اور امامؑ کو خط کے ذریعہ اطلاع دو۔ اگر تم ڈرتے ہو کہ تمہارے اندر سستی و غفلت پیدا ہوگی تو انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور انہیں فریب نہ دو۔ اس کے بعد انہوں نے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخدمت امام حسین بن علی علیہما السلام

سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر، عبداللہ بن وائل اور بعض دیگر مومنین اور شیعوں کی طرف سے۔

سلام کے بعد ہم خداوند کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے والد گرامی کے دشمن کو ہلاک کیا۔ وہ ایک ایسا ظالم خونخوار شخص تھا جس نے امت مسلمہ کی حکومت پر ظلم و ستم کے ساتھ قبضہ کیا، مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا اور ان کی رضامندی کے بغیر حاکم بن بیٹھا۔ نیک لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ اور فاسق و فاجر لوگوں کو چھوڑ دیا۔ خداوند کریم کے مال کو جابروں اور سرکشوں کے لئے وقف کر دیا۔ وہ خدا کی رحمت سے دور ہوا، جس طرح قوم ثمود دور ہوئی۔ اور ہمارا اس وقت آپ کے سوا اور کوئی امام و پیشوا نہیں ہے۔ اور یہ بہت مناسب ہے کہ آپ قدم رنجہ فرما ہوں اور ہمارے شہر میں تشریف لے آئیں۔

امید ہے کہ خداوند کریم آپ کے وسیلہ سے ہمیں راہ سعادت کی راہنمائی فرمائے گا۔ اس وقت کوفہ کا حاکم نعمان بن بشیر قصر دار الامارہ میں ہے۔ لیکن ہم نمازِ جمعہ اور نمازِ پنجگانہ میں حاضر نہیں ہوتے۔ اور نماز عید کے لئے بھی اقتداء نہیں کرتے۔ اگر ہم

اس بات سے باخبر ہو جائیں کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لا رہے ہیں تو اسے ہم کوفہ سے نکال کر شام کی طرف روانہ کر دیں گے۔

اے پیغمبر کے فرزند! آپ پر اور آپ کے والد بزرگوار پر ہمارا سلام۔

﴿وَالسَّلامُ عَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ﴾

خط لکھنے کے بعد اسے بھیج دیا۔ پھر دو دن کے بعد امام حسین علیہ السلام کی طرف ڈیڑھ سو کے قریب خطوط روانہ کئے کہ جن میں ایک، دو یا تین یا چار افراد کے دستخط تھے۔ تمام خطوط میں امام حسین علیہ السلام کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دی گئی۔ لیکن امام حسین علیہ السلام نے باوجود ان تمام خطوط کے پہنچنے کے کسی ایک کا بھی جواب تحریر نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک دن چھ سو خط پہنچے اور اس کے علاوہ اور بھی خطوط متواتر پہنچتے رہے، یہاں تک کہ ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔

اس کے بعد اہل کوفہ کی طرف سے آخری خط ہانی بن عروہ، سعید بن عبداللہ حنفی کے توسط سے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخدمت حسینؑ بن علیؑ، ان کے والد امیر المومنینؑ کے شیعوں کی طرف سے

بعد از سلام! عرض ہے کہ ہم لوگ آپؑ کے منتظر ہیں، آپؑ کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے۔ یابن رسول اللہؐ! جلد سے جلد ہماری طرف تشریف لائیں۔ کیونکہ باغ سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں۔ پھل پک چکے ہیں۔ اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہے۔ اور سبز پتوں نے درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے۔ آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آپ اپنے لئے ایک تیار اور آمادہ فوج پائیں گے۔ ﴿والسلام عليك و رحمة الله وبركاته و على ابيك من قبلك﴾۔

اس دوران جن دو افراد نے یہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچایا تھا ان سے امامؑ نے پوچھا: کہ یہ خط کن لوگوں نے لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا بن رسول اللہؐ! بھیجنے والوں میں سے شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، یزید بن اویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج اور محمد بن عمر بن عطارد ہیں۔

مسلم بن عقیلؑ کی کوفہ روانگی

حضرت مسلم علیہ السلام کی روانگی کے وقت امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھے۔ رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور خداوند سے اس موضوع کے بارے میں خیر کی درخواست کی۔ اس کے بعد مسلم بن عقیل کو طلب فرمایا، اور انہیں تمام کام کی نوعیت سے آگاہ فرمایا اور لوگوں کے خطوط کا جواب لکھ کر مسلم کے توسط سے روانہ فرمایا، اور اس خط میں ان کی درخواست کو قبول کرنے کا وعدہ کیا اور اس میں لکھا تھا:

میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں تاکہ تمہارے مقصد و ہدف کو جان کر مجھے آگاہ کریں۔

مسلم خط لے کر کوفہ آئے۔ اہل کوفہ امام حسین علیہ السلام کے خط اور مسلم کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور انہیں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر مہمان ٹھہرایا۔ شیعہ جوق در جوق مسلم کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور جو گروہ بھی ان کے پاس آتا وہ انہیں امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھ کر سناتے تھے اور خوشی سے ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوتے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اٹھارہ ہزار افراد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابن زیاد کا والی کوفہ بننا

عبداللہ بن مسلم باھلی، عمارہ بن ولید اور عمر بن سعد نے یزید کو خط لکھا اور اسے مسلم کے کوفہ آنے کی خبر دی اور تقاضا کیا کہ نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے کسی اور شخص کو حاکم بنایا جائے۔

یزید نے عبید اللہ بن زیاد کو جو کہ اس وقت حاکم بصرہ تھا خط لکھا اور بصرہ کی حکومت کے علاوہ کوفہ کی حکومت بھی اس کے سپرد کی۔ اور مسلم اور حسین علیہ السلام کے حالات کے متعلق خط میں لکھا اور تاکید کے ساتھ یہ حکم دیا کہ مسلم کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ ابن زیاد خط پڑھنے کے بعد فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے بصرہ کے بزرگان من جملہ یزید بن مسعود نھشلی اور منذر بن جارود عبدی کو خط لکھا تھا۔ اور اس خط میں انہیں اپنی امداد اور اپنے احکامات کی بجا آوری کے لئے لکھ بھیجا تھا۔ یزید بن مسعود نے قبیلہ بنی تمیم، قبیلہ بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا: اے بنی تمیم! تمہاری نظر میں میرا مقام اور میرا حسب و نسب کیسا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: خدا کی قسم تم بہت بلند و نیک مقام رکھتے ہو اور قبیلہ کے قیام کا وجود تمہارے ہی دم سے ہے اور اس کا افتخار تمہارے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تم ہم تمام لوگوں سے شریف تر اور زیادہ مقدم ہو۔ اس پر اس نے کہا: میں نے تم کو ایک مقصد کے لئے یہاں بلایا ہے تا کہ تم سے مشورہ کروں اور مدد لوں۔

انہوں نے کہا: خدا کی قسم آپ کو مشورہ دینے میں کنجوسی سے کام نہیں لیں گے۔ اور اپنی آراء کو پیش کریں گے۔ اب تم اپنے مقصد کو بیان کرو کہ ہم سنیں۔

اس نے کہا: اے بنی تمیم جان لو کہ معاویہ مر گیا اور خدا کی قسم اس کی موت پست و بے قیمت ہے کہ جس کا کوئی افسوس نہیں اور جان لو! کہ اس کی موت سے ظلم وستم کا خاتمہ ہوگیا، معاویہ نے لوگوں سے بیعت لی تا کہ اپنے بیٹے یزید کو حکمرانی سپرد کرے اور اس کو محکم و استوار بنائے لیکن بعید ہے کہ اس طرح ہو۔ خدا کی قسم اس نے بڑی جد و جہد کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ اس نے اپنے مکار دوستوں سے مشورہ کیا لیکن ذلیل و خوار ہوا۔

اس وقت اس کا بیٹا شرابی و بدکردار یزید اس کی جگہ پر بیٹھا ہے اور مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور بغیر ان کی رضامندی کے اپنے آپ کو ان کا امیر جانتا ہے۔ جبکہ اس کا حلم و بردباری بہت کم اور اس میں دانشمندی نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ راہِ حق سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ کس طرح امت کی باگ دوڑ سنبھال سکتا ہے؟

﴿فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَمًا مَبْرُوْرًا لَجِهَادُهُ عَلَى الدِّيْنِ اَفْضَلُ مِنْ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ جس طرح قسم اٹھانے کا حق ہے کہ دین کی حفاظت کے لئے یزید سے جنگ کرنا مشرکین سے جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ لیکن حسین بن علی علیہ السلام وہ شخصیت ہیں کہ جو تمہارے پیغمبرؐ کے نواسے، شریف، بلند نسب اور خیر خواہ ہیں، ان کی فضیلت قابل تعریف اور وہ علم کے بحر بے کراں ہیں۔ وہ خلافت کے حقدار ہیں، کیونکہ ان کا ماضی اسلام میں سب سے زیادہ درخشاں ہے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی قرابت سب پر عیاں ہے۔ ان کے اخلاقِ حسنہ کا یہ عالم ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ مہربان اور بزرگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔

وہ ایک بہترین رہنما اور امام ہیں کہ جن کے وسیلے سے خدا نے تم پر اپنی حجت کو تمام کیا اور راہِ سعادت کی طرف تمہاری ہدایت کی ہے، لہٰذا تم اپنی نگاہوں کو نورِ حق سے نہ پھیرنا۔

صخر بن قیس نے جنگ جمل میں تمہارے دامن کو ننگ و عار کے داغ سے داغدار کر دیا، لیکن آج تم پیغمبر اسلام ﷺ کے فرزند کی نصرت کر کے اس ننگ و عار کے داغ کو دھو سکتے ہو۔ خدا کی قسم جو لوگ ان کی نصرت میں کوتاہی کریں گے خداوند کریم اس کی اولاد کو ذلیل اور اس کے خاندان کو کم کرے گا۔ جان لو! کہ میں نے جنگی لباس زیبِ تن کر لیا اور زرہ کو باندھ لیا ہے۔ جان لو! کہ جو قتل نہ ہوا اسے موت تو ضرور آنا ہی ہے، اس سے انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔

خدا تمہاری مغفرت کرے اور میری ان باتوں کا مثبت جواب دو۔

بنی حنظلہ نے کہا: اے ابو خالد!

ہم تمہاری کمان کے تیر کی مانند ہیں تم جس نشان پر پھینکو گے نشانہ خطا نہیں ہوگا۔ ہم تمہارے کاروان کے ایسے شہسوار اور سپاہی ہیں کہ جس جنگ میں بھی بھیجو گے، فتح و نصرت کا سہرا تمہارے سر ہوگا۔ خدا کی قسم تم جیسے بھی خطرناک راستہ چلو گے، ہم تمہارے ساتھ چلیں گے اور ہر وہ سختی کہ جس کا تمہیں سامنا کرنا پڑے ہم بھی اس کا سامنا کریں گے۔ خدا کی قسم! ہم تلواروں کے ساتھ تمہاری مدد اور اپنے جسموں کے ساتھ تمہاری حفاظت کریں گے جو بھی تم چاہتے ہو وہ اقدام کرو۔

اس کے بعد بنی سعد کے لوگوں نے جواب دیا اور کہا: اے ابو خالد! آپ کی رائے کی مخالفت ہمارے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہے، لیکن صخر بن قیس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جنگ نہ کریں اور ہم نے اسے مناسب جانتے ہوئے جنگ نہیں کی اور

عزت سے رہ رہے ہیں۔اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں مشورہ کی مہلت دو تا کہ ہم آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرسکیں۔اس کے بعد بنی تمیم کہنے لگے: اے ابو خالد!

ہم نے تمہارے اور تمہارے (قبیلہ) کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ جس پر تم حملہ آور ہوگے ہم اس پر حملہ کریں گے اور سفر میں تمہارے ساتھ چلیں گے۔تمہارا حکم سر آنکھوں پر ہے۔تم پکارو! ہم لبیک کہیں گے اور حکم دو تا کہ اس کی اطاعت کریں۔یزید بن مسعود نے بنی سعد کو مخاطب کر کے کہا: اے قبیلہ بنی سعد خدا کی قسم! اگر تم حسین علیہ السلام کی مدد نہ کرو گے تو خداوند کریم تمہارے درمیان فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری کو کبھی بھی ختم نہیں کرے گا اور تم ہمیشہ آپس میں دست بگریباں رہو گے۔اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کو یوں خط لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اما بعد! آپ کے خط کی زیارت ہوئی کہ جس میں آپ نے مجھے اپنی نصرت کے لئے پکارا ہے۔تا کہ میں آپ کی اطاعت سے بہرہ مند ہوں اور آپ کی نصرت کے وسیلہ سے مجھے نجات نصیب ہو۔یہ یقینی امر ہے کہ آپ ہی لوگوں پر خدا کی حجت ہیں اور اہل جہاں میں اس کی امانت ہیں

آپ شجرہ طیبہ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثمر ہیں، جس کی اصل حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ اس کی شاخ ہیں۔آپؑ ہماری طرف تشریف لے آئیں، آپ کا آنا ہمارے لئے نیک شگون ہوگا۔کیونکہ ہم نے بنی تمیم کو آپ کی نصرت کے لئے اس طرح سے تیار اور آمادہ کرلیا ہے اور ان کا اشتیاق آپ کی نصرت کے لئے اس قدر بڑھ چکا ہے کہ جیسے شدید پیاسے اونٹ پانی کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لیتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور یزید بن مسعود کے حق میں

دعائے خیر فرمائی کہ خداوند کریم تم کو قیامت کی وحشت و ہولنا کی سے اپنی امان میں رکھے اور تمہیں اپنا قرب نصیب فرمائے۔ اور جس دن پیاس غلبہ کرے گی آپ کو سیراب فرمائے۔

یزید بن مسعود جو کہ خط لکھنے والا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آمادہ ہو کر روانہ ہوا۔ لیکن بصرہ سے روانگی کے بعد اس نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی۔ یہ المناک خبر سن کر اس نے بہت گریہ وزاری کی اور بہت زیادہ غمگین ہوا۔

یزید بن مسعود کی امام حسین علیہ السلام کے خط کے مقابل اس طرح کی حالت ظاہر تھی، لیکن منذر بن جارود کہ جس کی بیٹی (بحریہ) ابن زیاد کی بیوی تھی۔ جب اس نے امام حسین علیہ السلام کا خط دیکھا تو اس خوف سے کہ یہ ابن زیاد کی چال نہ ہو اس نے خط اور نامہ رساں کو ابن زیاد کے سپرد کر دیا۔ ابن زیاد نے فوراً اس قاصد کو سولی پر چڑھا دیا اور منبر پر خطاب کیا۔ اہل بصرہ کو اپنی مخالفت اور بغاوت کرنے سے خبردار کیا۔ اس نے وہ رات بصرہ میں ہی گزاری۔

علی الصبح اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ ہو گیا۔ جیسے ہی کوفہ کے نزدیک پہنچا تو وہاں رُکا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ رات کے پہلے حصہ میں وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ چونکہ رات اندھیری تھی، لہٰذا اہل کوفہ نے خیال کیا کہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ بنابرایں وہ امامؑ کی آمد پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ جیسے ہی اس کے نزدیک گئے اور اس کے شناخت کی تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد ہے تو اس کے پاس سے متفرق ہو گئے۔ اور وہ بھی دارالامارہ میں داخل ہو گیا اور یوں ہی رات تمام ہوئی۔

علی الصبح ابن زیاد دارالامارہ سے باہر آیا اور منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگوں کو یزید

کی مخالفت سے ڈرایا اور اس کی اطاعت کرنے پر انعام کا وعدہ کیا۔

مسلمؑ، ہانیؓ کی پناہ میں

مسلم بن عقیل نے جب یہ خبر سنی تو خوف زدہ ہوئے کہ کہیں ابن زیاد کو آپ کے کوفہ میں موجود ہونے کی خبر نہ ہو جائے اور وہ آپ کے لئے باعث زحمت نہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ نے مختارؒ کے گھر کو چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے گھر پناہ لی۔ اس کے بعد شیعہ ہانی کے گھر پر کثرت سے آنے جانے لگے۔ ابن زیاد نے اپنے جاسوس لگا رکھے تھے کہ وہ مسلم کی جائے پناہ کا پتہ لگائیں۔ جیسے ہی اسے علم ہوا کہ مسلمؑ ہانیؓ کے گھر میں پناہ لیے ہوئے ہے تو اس نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو ابن حجاج کو طلب کیا اور کہا ہانی میرے دیدار کے لئے کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیمار ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گئے ہیں اور اپنے مہمان سرا میں بیٹھتے ہیں۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ وہ بیمار ہیں تو میں ان کی عیادت کے لئے جاؤں۔ لیکن تم لوگ جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ وہ ہمارے حق کو ضائع نہ کرے اور ہماری ملاقات کے لئے آئے۔

وہ تین افراد رات کے وقت ہانی کے گھر گئے۔ انہوں نے اس سے کہا آپ امیر کی ملاقات کے لئے نہیں آئے؟ بہر صورت اس نے آپ کی احوال پرسی کی ہے اور کہا ہے کہ اگر مجھے ان کے مریض ہونے کا علم ہو جائے تو میں اس کی عیادت کے لئے جاؤں۔ ہانی نے کہا: بیماری ہی میرے نہ آنے کی وجہ تھی۔ انہوں نے کہا ابن زیاد کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ اپنے مہمان سرا پر بیٹھتے ہیں اور اس کی ملاقات کے لئے نہیں آئے۔ وہ ناراض ہو رہا ہے۔ آپ جیسی مقدس شخصیت جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں اس کا اس طرح

لاپرواہی کا برتاؤ کرنا اس کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ سوار ہو کر اس کی ملاقات کو چلیں۔ ہانیؓ نے اپنا لباس بدلا اور خچر پر سوار ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ جیسے ہی وہ دارالامارہ کے نزدیک پہنچے تو ایسا محسوس کیا کہ جیسے کوئی مصیبت نازل ہونے والی ہو۔ اس خوف کی بنا پر انہوں نے حسان بن خارجہ سے پوچھا: اے بھتیجے! خدا کی قسم میں اس مرد (ابن زیاد) سے خائف ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا: اے چچا جان! خدا کی قسم مجھے آپ کے بارے میں کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ یہ فکر اپنے ذہن سے نکال دیں۔ لیکن حسان کو یہ علم نہیں تھا کہ ابن زیاد نے ہانیؓ کو کس لئے طلب کیا ہے۔ ہانیؓ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ جب عبیداللہ کی نگاہ ہانیؓ پر پڑی تو اس نے کہا: وہ شخص جو تمہارے ساتھ خیانت کر رہا ہے وہ خود تمہارے پاس آ گیا ہے، پھر اس نے شریح کی طرف رخ کیا جو کہ اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اور ہانیؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمرو بن معدی کرب زبیدی کا یہ شعر پڑھا:

اُرِیْدُ حَیَاتَهُ وَ یُرِیْدُ قَتْلِی　　　غَدِیْرُکَ مِنْ خَلِیْلِکَ عَنْ مُرَاد

ابن زیاد کا ہانیؓ کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد اور شعر پڑھنے کی غرض یہ تھی کہ میں تو ہانیؓ کی زندگی چاہتا ہوں، لیکن وہ اپنے گھر میں میرے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔

ہانیؓ نے کہا: اے امیر آپ کی اس بات کا کیا مقصد ہے؟

کہا: اے ہانیؓ خاموش رہو! یہ کیسے اقدامات ہیں کہ جو تم اپنے گھر میں بیٹھ کر امیر المومنین اور مسلمانوں کے خلاف انجام دے رہے ہو؟ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں بٹھا رکھا ہے اور اپنے گھر کے اردگرد اس کے لئے اسلحہ اور جنگی سپاہی جمع کر رکھے ہیں، اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اس سے بے خبر ہوں!؟

ہانیؓ نے جواب دیا: میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: تم نے ایسا

کیا ہے! دوبارہ ہانیؒ نے کہا: میں نے یہ کام نہیں کیا۔ ابن زیاد نے کہا: میرے غلام معقل کو میرے پاس بلاؤ۔ معقل ابن زیاد کا جاسوس تھا جو کہ مسلم اور ان کے ساتھیوں کے متعلق خبریں دیتا اور ان کے رازوں کو حاصل کرتا تھا۔ معقل آیا اور ابن زیاد کے قریب کھڑا ہوگیا۔ ہانیؒ کی نظر جب اس پر پڑی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ جاسوس تھا۔

ہانیؒ نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم میں نے مسلم کو اپنے گھر پر دعوت نہیں دی۔ وہ خود پناہ لینے کے لئے آئے تو میں نے بھی ان کو رد نہ کیا اور انہیں پناہ دی۔ اس وجہ سے میرا فریضہ ہے کہ میں ان کی حفاظت کروں اور ان کو اپنا مہمان رکھوں اور اب جب کہ تم اس سے آگاہ ہو گئے ہو تو مجھے اجازت دو تاکہ میں ان سے کہوں کہ وہ میرا گھر چھوڑ دیں اور جہاں چاہیں چلے جائیں۔ تاکہ میں اپنی ضیافت کے وظیفہ سے بری الذمہ ہو جاؤں۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم جب تک تم مسلم کو ہمارے سامنے حاضر نہیں کرتے ہرگز یہاں سے نہیں جا سکتے۔ ہانیؒ نے جواب دیا: میں ہرگز ان کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ کیا اپنے مہمان کو تمہارے حوالے کروں تاکہ تم اسے قتل کر دو؟

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم تم کو اسے ضرور میرے حوالے کرنا پڑے گا۔ ہانیؒ نے جواب دیا: خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔

جب ان کے مابین گفتگو طویل ہوگئی تو مسلم بن عمرو باہلی نے کہا: اے امیر مجھے اجازت دو تاکہ میں ہانیؒ سے تنہائی میں بات کروں۔ وہ کھڑا ہوا اور دار الامارہ میں ایک طرف لے گیا۔ ابن زیاد ان سے اتنا قریب تھا کہ ان کو دیکھ رہا تھا اور ان کے مابین ہونے والی گفتگو کو سن رہا تھا۔ مسلم نے کہا: اے ہانی میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالو اور اپنے قبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو! خدا کی قسم میں تم کو موت سے نجات دلاؤں گا۔ مسلم بن عقیلؑ ان لوگوں کے چچازاد بھائی ہیں یہ ان کو قتل نہیں کریں

گے اور ان کو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچائیں گے۔ ان کو لے آؤ اور یہ کام ذلت و رسوائی کا باعث نہیں ہوگا۔ چونکہ آپ اس کو امیر کے حوالے کر رہے ہیں تو امیر کے حوالے کرنا کوئی عیب نہیں۔

ہانیؒ نے کہا: خدا کی قسم یہ کام میرے لئے باعث رسوائی ہے۔ وہ شخص کہ جو میری پناہ میں ہے اور میرا مہمان ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے فرزند کا نمائندہ ہے۔ میں اسے دشمن کے سپرد کیسے کردوں؟ خدا کی قسم اگر کوئی بھی میری مدد نہ کرے اور میں تنہا رہ جاؤں تب بھی میں ان کو ابن زیاد کے حوالے نہ کروں گا، چاہے مجھے ان سے پہلے قتل کر دیا جائے۔

مسلم بن عمرو نے قسمیں دینا شروع کی لیکن ہانی کہتے رہے کہ خدا کی قسم میں ان کو ابن زیاد کے سپرد نہیں کروں گا۔ ابن زیاد نے یہ بات سنی تو کہا: اسے میرے قریب لے آؤ۔ ہانیؒ کو اس کے نزدیک لایا گیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم تمہیں مسلم بن عقیل کو حاضر کرنا پڑے گا ورنہ تمہارا سرتن سے جدا کر دوں گا۔

ہانیؒ نے کہا: اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھو تم اپنے گھر کے اردگرد تلواریں دیکھو گے۔ ابن زیاد نے حقارت کے ساتھ کہا: تمہاری یہ جرأت کہ ہمیں تلواروں سے ڈراتے ہو۔ ہانیؒ یہ خیال کر رہے تھے کہ آپ کے قبیلے والے آپ کی آواز سن رہے ہیں۔ عبیداللہ نے کہا: اسے میرے نزدیک لاؤ۔ اس کے نزدیک لے گئے تو اس نے چھڑی سے ہانیؒ کے منہ، ناک اور پیشانی پر مارنا شروع کیا اور اس قدر ناک پر مارا کہ ٹوٹ گئی اور خون آپ کے لباس پر بہنا شروع ہوگیا۔ آپ کے چہرے اور پیشانی کا گوشت آپ کی داڑھی پر آویزاں ہونے لگا، یہاں تک کہ چھڑی بھی ٹوٹ گئی۔

ہانیؒ نے جھپٹ کر اس کے ایک سپاہی سے تلوار چھین لی، لیکن وہیں سے ہی

ایک سپاہی نے ان کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس پر ابن زیاد بلند آواز میں پکارا: اسے گرفتار کرو۔ وہ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے دار الامارہ کے ایک کمرہ میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا۔ ابن زیاد کے حکم سے آپ پر کچھ سپاہی مقرر کر دیئے گئے۔

اسی وقت اسماء بن خارجہ یا (ایک قول کے مطابق) حسان بن اسماء اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اے امیر تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہانی کو تمہارے پاس لے آؤ اور جب ہم ان کو تمہارے پاس لائے تو تم نے ان کا منہ توڑ دیا، ان کی ڈاڑھی کو خون سے رنگین کر دیا اور یہ گمان کرتے ہو کہ اس کو قتل کر دو گے؟ یہ سن کر ابن زیاد نے غضبناک ہو کر کہا کہ تم بھی ہمارے پاس ہو اور پھر حکم دیا کہ اس کو اتنا مارو کہ یہ خاموش ہو جائے۔ پھر اس کو باندھ کر دار الامارہ کے ایک گوشہ میں قید کر دیا۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ﴾ گویا کہ اسے ہانیؒ کی وہ بات یاد آئی جو اس نے دار الامارہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تھی۔ جیسے ہی عمرو بن حجاج کہ جس کی بیٹی (رویحہ) ہانیؒ کی بیوی تھی۔ اسے ہانیؒ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو وہ اپنے تمام قبیلہ والوں کے ساتھ آئے اور دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اور آواز دی کہ میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے بزرگان ہیں۔ ہم نے نہ تو بادشاہ کی اطاعت سے روگردانی کی ہے اور نہ مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہوئے ہیں، ہم نے سنا ہے کہ تم نے ہمارے قبیلہ کے سردار ہانیؒ کو قتل کر دیا ہے؟

ابن زیاد ان کے اس طرح اکٹھا ہونے اور ان کی گفتگو سے آگاہ ہوا تو اس نے قاضی شریح کو حکم دیا کہ جاؤ ہانی کو دیکھو اور اس کے قبیلے والوں کو ہانی کے زندہ ہونے کی اطلاع دو۔ شریح گیا اور اس نے کہا کہ ہانی کو قتل نہیں کیا گیا۔ یہ سن کر قبیلہ مذحج والے اس کی خبر پر راضی ہو کر واپس چلے گئے۔

مسلم بن عقیلؑ کا قیام

جب ہانیؒ کے قتل ہونے کی خبر مسلم بن عقیل کو پہنچی تو مسلم بن عقیل اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ جو ان کی بیعت کر چکے تھے ابن زیاد سے جنگ کے لئے گھر سے باہر نکل آئے۔ ابن زیاد نے دار الامارہ میں پناہ لی اور اس کے دروازے بند کر دیئے۔ اس کے بعد ابن زیاد کے ساتھیوں اور مسلم بن عقیلؒ کے ساتھیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی اور وہ افراد جو ابن زیاد کے ساتھ دارالامارہ میں تھے دار الامارہ کی چھت پر گئے اور انہوں نے مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کو شام سے آنے والی فوجوں کی دھمکی دی۔ اس طرح جنگ لڑتے ہوئے رات ہوگئی۔ مسلم بن عقیل کے ساتھی رفتہ رفتہ منتشر ہونے لگے۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم کیوں خواہ مخواہ خود کو فتنہ کی آگ میں ڈالیں بہتر یہی ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں اور مسلم اور ابن زیاد کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ خدا ان کے درمیان اصلاح کر دے۔ یہ کہہ کر تمام لوگ چلے گئے۔ دس افراد مسلم کے ساتھ رہ گئے۔

اس دوران مسلمؑ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آئے تو وہ دس آدمی بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مسلم نے ایسی صورتِ حال دیکھی تو مسجد سے تنہا غریب الوطنی کی حالت میں باہر آئے اور کوفہ کی گلیوں میں چلنے لگے، چلتے چلتے طوعہ نامی عورت کے گھر کے دروازہ کے سامنے پہنچے اور اس سے پانی طلب کیا۔ وہ عورت پانی لائی۔ مسلمؑ نے پانی پیا، اس کے بعد مسلمؑ نے پناہ طلب کی۔ اس عورت نے اپنے گھر میں پناہ دے دی۔ لیکن اس کے بیٹے نے اس قضیہ کی خبر ابن زیاد تک پہنچا دی۔

عبید اللہ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو طلب کیا اور اسے ایک لشکر کے ساتھ مسلمؑ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ لوگ اس عورت کے گھر کے قریب پہنچے اور مسلم

نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو زرہ پہنی اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان سے مقابلہ شروع کر دیا اور ان کی کثیر تعداد کو ہلاک کیا۔ محمد بن اشعث نے بلند آواز سے کہا: اے مسلم! تم ہماری امان میں ہو۔

مسلمؑ نے کہا: دغاباز، فاسق و فاجر لوگوں کی امان کوئی امان نہیں ہوتی۔ اس کے بعد پھر جنگ لڑنے میں مشغول ہو گئے اور رجز کے عنوان سے شاعر حمران بن مالک خثعمی کے اشعار پڑھے۔

ترجمہ:- خدا کی قسم میں مارا نہیں جاؤں گا مگر آزادی کی حالت میں۔ اگرچہ مجھے موت کا جام تلخی و سختی کے ساتھ ہی پینا پڑے۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے دھوکے سے گرفتار کیا جائے۔ اسی طرح میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کو کڑوے پانی کے ساتھ مخلوط کروں، ہر شخص کو ایک نہ ایک دن مشکل کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے، لیکن میں تم پر اپنی تلوار سے حملہ کروں گا۔ اور مجھے تم سے کسی قسم کے ضرر و نقصان کی پروا نہیں۔

ابن زیاد کے لشکر نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے مسلم! محمد بن اشعث آپ سے جھوٹ نہیں کہہ رہا اور فریب نہیں دے رہا ہے۔ مسلمؑ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنا حملہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ تلواروں اور نیزوں کے زخموں کی کثرت سے جسم نڈھال ہو گیا۔ اس موقع پر ایک کمینہ نے نیزہ کے ساتھ پشت سے حملہ کیا جس سے آپؑ گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑے، اس وقت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اشقیاء جب آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے تو مسلم نے اُسے سلام نہ کیا۔ ایک سپاہی نے کہا: امیر کو سلام کرو! مسلمؑ نے کہا: لعنت ہو تم پر، میرا یہ امیر نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ تم سلام کرو یا نہ کرو، قتل ہونا ہی ہے۔ مسلم

نے کہا: اگر تو مجھے قتل کرے گا تو یہ کوئی بڑی بات نہیں، کیونکہ تم سے زیادہ ناپاک افراد نے مجھ سے زیادہ بہتر افراد کو قتل کیا ہے اور اس سے پست بات یہ ہے کہ تم لوگوں کو بے غیرتی سے قتل کرتے ہو۔ اور دردناک طریقہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اس طرح سے تم اپنی بے غیرتی کو ظاہر کرتے ہو۔ جب تم دشمن پر غلبہ پاتے ہو تو اس کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہو۔ تم ظلم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مکر و فریب میں کوئی تمہارا ثانی نہیں۔

ابن زیاد نے کہا: اے نافرمان فتنہ گر! تو نے اپنے امامؑ سے بغاوت کی ہے، اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کیا ہے۔

مسلمؑ نے کہا: اے ابن زیاد تو جھوٹ بولتا ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد و وحدت کو معاویہ اور اسی کے بیٹے یزید نے تباہ و برباد کیا ہے اور فتنہ کو تو اور تیرے باپ زیاد بن عبید نے ایجاد کیا ہے (عبید قبیلہ بنی علاج کا غلام تھا اور ان کا تعلق ثقیف سے تھا)۔ مجھے امید ہے کہ خداوند مجھے شہادت نصیب فرمائے گا اور یہ شہادت مجھے بدترین افراد کے ہاتھوں سے ملے گی۔ ابن زیاد نے کہا:

اے مسلم! تو نے اقتدار کی ہوس میں یہ اقدام کیا، لیکن خدا نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ مقام حاصل ہو، بلکہ وہ مقام اس کے اہل کے حوالہ کر دیا۔

مسلمؑ نے کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! تمہاری نظر میں اس مقام کا حقدار کون ہے؟ اس نے کہا: یزید بن معاویہ۔ مسلمؑ نے کہا: الحمدللہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ خداوند عالم ہمارے اور تمہارے درمیان حاکم ہو۔ ابن زیاد نے کہا: کیا تم بھی اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اس خلافت میں تمہارا بھی کوئی حصہ ہے۔ مسلمؑ نے کہا: خدا کی قسم میرا خیال نہیں بلکہ میں یقین رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا: اے مسلم مجھے بتاؤ تم کس مقصد کے

لئے اس شہر میں آئے ہو کہ اس کے نظم ونسق کو درہم برہم کر دیا؟

مسلمؑ نے کہا: میں اختلاف اور شورش برپا کرنے کے لئے نہیں آیا۔ مگر چونکہ تم نے بُرے اعمال انجام دیئے اور نیک اعمال کو تباہ کیا اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حاکم بن بیٹھے ہو اور انہیں حکم خدا کے خلاف حکم دیا۔ اور ان کے ساتھ ایران و روم کے بادشاہوں جیسا سلوک کیا، لہٰذا ہم آئے ہیں کہ لوگوں کو نیکی کی طرف دعوت دیں۔ بُرے کاموں سے روکیں اور انہیں قرآن وسنت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع بنائیں اور ہم اس کام کے لئے سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

ابن زیاد نے یہ سن کر آپؑ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت علی اور حضرت امام حسن وحسین علیہم السلام کو (نعوذ باللہ) گالیاں بکنے لگا۔

مسلمؑ نے کہا: تو اور تیرا باپ ان گالیوں کا زیادہ حقدار ہے۔

اے دشمن خدا! تو جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے کر لے۔

حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؓ کی شہادت

ابن زیاد نے بکر بن حمران کو حکم دیا کہ مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جائے اور اسے قتل کر دے۔ مسلم راستہ میں خدا کی تسبیح پڑھتے رہے، خداوند سے مغفرت کی دعا کرتے رہے اور حضرت محمد وآل محمدؐ پر درود بھیجتے رہے۔ جب چھت پر پہنچے تو ظالم نے مسلم کے تن سے سر کو جدا کر دیا، اور ان کے جسد اطہر کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا۔ ابن زیاد نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

اس قاتل نے جواب دیا کہ جب میں مسلمؑ کو قتل کر رہا تھا تو میں نے ایک سیاہ چہرے والے بدصورت مرد کو دیکھا جو میرے مدمقابل کھڑا تھا اور اپنی انگلیوں کو اپنے

دانتوں سے چبا رہا تھا۔ میں اس کو دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوگیا کہ اس طرح میرا دل کبھی بھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔

ابن زیاد نے کہا: شاید مسلم کے قتل کرنے سے تم پر یہ وحشت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہانی کو لایا جائے۔ ان کو قتل کرنے کے لئے ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس دوران ہانیؓ کہہ رہے تھے: میرا قبیلہ کہاں اور میرے رشتہ دار کہاں ہیں؟ جلاد نے کہا: اپنی گردن آگے لاؤ۔ ہانیؓ نے کہا: خدا کی قسم میں اپنے قتل میں تیری مدد نہیں کر سکتا۔ ابن زیاد کے غلام رشید نے تلوار کے ذریعہ ہانیؓ کو قتل کر دیا۔

حضرت مسلمؑ اور ہانیؓ کی شہادت کے سلسلہ میں عبداللہ بن زبیر اسدی نے یہ مرثیہ پڑھا ہے۔ اس مرثیہ کے کہنے والے شاعر ایک قول کے مطابق فرزدق ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ سلیمان حنفی ہیں۔

اشعار کا ترجمہ:۔ اے قبیلہ مذحج! اگر تم نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو کوفہ کے بازار میں مسلمؑ اور ہانیؓ کو دیکھنے کے لئے آؤ۔ ایک وہ مرد شجاع ہے کہ جس کے چہرہ کو تلواروں نے زخمی کیا اور دوسرے وہ مرد شجاع کہ جس کو قتل کرنے کے بعد قصر کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا۔ ابن زیاد نے انہیں اسیر کیا اور دوسری صبح لوگوں کے لئے ایک داستان بن گیا۔ اور تم ایسے جسد کو دیکھو کہ موت نے جس کے رنگ کو متغیر کر دیا اور جس کا خون راستہ میں بہہ رہا ہے۔ ایسا جوانمرد جو باحیا عورتوں سے بھی زیادہ باحیا ہے۔ جو دو دھاری صیقل کی ہوئی تلوار سے بھی تیز کاٹنے والا تھا۔

کیا اسماء بن خارجہ جس نے ہانی کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا اور گھوڑے پر سوار ہوا وہ قتل ہونے سے امان میں رہا؟ حالانکہ قبیلہ مذحج اس سے ہانیؓ کے خون کے طلب گار تھے اس وقت قبیلہ مراد ہانیؓ کے اطراف چکر لگا رہے تھے اور ایک دوسرے سے

اس کا حال پوچھ رہے تھے اور اس کے لئے فکر مند تھے۔

اے قبیلہ مراد! اگر تم اپنے بھائی ہانی کے خون کا بدلہ نہیں لیتے تو تمہاری مثال ان عورتوں کی ہے کہ جو کم پیسوں پر اپنی آبرو بیچنے پر تیار ہو جاتی ہیں۔

ابن زیاد نے مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؓ کی شہادت کے بارے میں یزید کو خبر دی۔ چند دنوں کے بعد اس کا جواب آیا۔ جس میں اس نے ابن زیاد کے اس فعل بد کا شکریہ ادا کیا، اور لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ امام حسین (علیہ السلام) تمہاری طرف کوفہ آ رہے ہیں۔ لیکن اس وقت تمہیں چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور ان سے انتقام لو، اور اگر کسی کے بارے میں مخالفت کا وہم وخیال بھی ہے تو اسے فوراً زندان میں ڈال دو۔

امام حسین علیہ السلام کی عراق روانگی

امام حسین علیہ السلام ۳ ذی الحجہ بروز منگل اور ایک قول کے مطابق ہشتم ذی الحجہ بروز بدھ ۶۰ ہجری کو مسلمؑ کی شہادت سے پہلے مکہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ جس دن امام حسین علیہ السلام مکہ سے نکلے اسی دن مسلمؑ کی شہادت واقع ہوئی۔ روایت میں ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق روانہ ہونے لگے تو آپؑ نے لوگوں کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ : خداوند کریم کی حمد وثنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود وسلام کے بعد فرمایا: موت بنی آدمؑ کے لئے اسی طرح باعث زینت ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار باعث زینت ہے۔ میں اپنے آباء واجداد کی زیارت کا شدت سے مشتاق ہوں، جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کی زیارت کے مشتاق تھے۔ میرے قتل ہونے کی جگہ معیّن ہو چکی ہے اور مجھے یقیناً وہاں پہنچنا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا

ہوں کہ جنگل کے بھوکے بھیڑیئے نواویس اور کربلا کے درمیان میرے جسم کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے بھوکے پیٹوں کو بھرلیں اور اپنی خالی جھولی کو اس سے پُر کرلیں۔ لکھی ہوئی تقدیر سے فرار ممکن نہیں اور خدا جس کام پر راضی ہوتا ہے ہم اہل بیتؑ بھی اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو خدا کی طرف سے بلا نازل ہوتی ہے ہم اس پر صبر وشکر کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہمیں صبر کرنے والوں کا اجر عطا کرے گا۔

ہم پیغمبر خدا ﷺ کے جسم کے ٹکڑے ہیں اور ان سے جدا نہیں ہیں۔ ہم جنت میں ان کے ساتھ ہوں گے اور ہمارے وسیلہ سے حضرت رسول خدا ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ خداوند کریم نے اپنے رسول ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کرے گا۔ جو بھی ہمارے ساتھ خدا کے لئے قربان ہونے پر تیار ہے اور لقاء خداوند کا مشتاق ہے، وہ ہمارے ساتھ چلے۔ خداوند کریم کی مدد سے ہم کل صبح مکہ سے روانہ ہو جائیں گے۔

ابو جعفر بن محمد بن جریر طبری امامی اپنی کتاب (دلائل الامامہ) میں بسند خود روایت کرتے ہیں کہ ابو محمد واقدی اور زرارہ بن خلیج کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسین علیہ السلام سے عراق کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ملاقات کی۔ ہم نے کوفیوں کی سستی کے بارے میں امام علیہ السلام کو آگاہ کیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، لیکن ان کی تلواریں آپ کو قتل کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ تو آسمان کے دروازے کھل گئے اور کثیر تعداد میں فرشتے کہ جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد فرمایا: اگر خداوند کریم کی مشیت نہ ہوتی کہ میرا بدن زمین کربلا کے قریب ہو، اور مجھے اپنی شہادت کے اجر کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں الٰہی لشکر کی

مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا، لیکن مجھے یقین ہے سوائے میرے بیٹے علی ابن حسین علیہ السلام کے میری اور میرے تمام ساتھیوں کی قتل گاہ کربلا ہے۔

معمر بن مثنّٰی اپنی کتاب (مقتل الحسین علیہ السلام) میں روایت نقل کرتے ہیں۔ جیسے ہی ترویہ[1] کا دن آیا، عمر بن سعد بن ابی عاص اپنے کثیر تعداد لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اس کو یزید نے مامور کیا تھا کہ اگر تم انہیں قتل کر سکتے ہو تو قتل کر دینا، اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرنا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام اسی دن مکہ سے روانہ ہو گئے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس رات کی صبح کو امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانگی کا ارادہ رکھتے تھے اسی رات محمد بن حنفیہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: بھائی جان آپ جانتے ہیں کہ کوفیوں نے آپ کے باپ اور بھائی کو فریب دیا۔ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی کہیں وہی سلوک نہ کریں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو مکہ ہی میں رہ جائیں، کیونکہ آپ عزیز ترین افراد میں سے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے ناگہاں حرم خدا میں قتل نہ کرا دے اور میرے قتل کی وجہ سے حرمت بیت اللہ پامال ہو جائے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: اگر اس بات کا خوف ہے تو پھر آپ یمن کی طرف ہجرت کر جائیں، کیونکہ وہاں آپ کی قدردانی کرنے والے ہوں گے اور اس طرح آپ تک یزید کی رسائی بھی نہ ہو سکے گی۔ یا آپ کسی صحرا یا جنگل میں چلے جائیں اور وہیں پر رہیں۔ یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری اس تجویز پر غور و فکر کروں گا۔

---

[1] ۸ ذوالحجہ۔

کاروانِ حسینؑ کی مکہ سے روانگی

آدھی رات کا وقت تھا کہ امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے اور جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہ کو ملی تو انہوں نے آ کر حضرتؑ کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: اے بھائی جان کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ میں اس بارے میں تأمل کروں گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں، تو انہوں نے پوچھا: پھر آپؑ جانے میں کیوں اتنی جلدی سے کام لے رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے جانے کے بعد مجھے نانا رسولؐ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو انہوں نے فرمایا: ﴿یَا حُسَیْنُ اُخْرُجْ اِلَی الْعِرَاقِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَرَاکَ قَتِیْلاً﴾ اے حسین تم عراق کی طرف روانہ ہو جاؤ، اللہ کی مشیت اسی میں ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔

محمد حنفیہ نے کہا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ آپ جب قتل ہونے کے لئے جا رہے ہیں تو پھر حرم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو ہمراہ کیوں لے جا رہے ہیں؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے خبر دی ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَاءَ اَنْ یَرَاهُنَّ سَبَایَا﴾ کہ خدا کی مشیت اسی میں ہے کہ انہیں اسیر دیکھے، اس کے بعد محمد حنفیہؒ رخصت ہو کر چلے گئے۔

محمد بن یعقوب کلینیؒ اپنی کتاب ''رسائل'' میں حمزہ بن حمران سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: میں ایک مجلس میں امام حسین علیہ السلام کی روانگی اور محمد بن حنفیہ کا ان کے ہمراہ نہ جانے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ جب کہ اس وقت مجلس میں امام صادق علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اے حمزہ! تمہارے لئے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ اس کے بعد مجھ سے محمد بن حنفیہ کے بارے میں کوئی سوال

نہ کرنا اور وہ حدیث یہ ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے ایک کاغذ طلب کیا اور اس پر لکھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے قبیلہ بنی ہاشم کے نام

امابعد: جو بھی میرے ساتھ چلے گا وہ شہید ہوگا اور جو میرے ہمراہ نہ جائے گا وہ کامیاب نہ ہوگا۔ والسلام،

فرشتوں کی امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آمد

شیخ مفیدؒ محمد بن محمد بن نعمان اپنی کتاب ''مولد النبی و مولد الاوصیاء'' میں اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت کی تو فرشتوں کی جماعتیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نصرت کی تھی ہاتھوں میں اسلحہ لیے بہشتی گھوڑوں پر سوار حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، سلام کے بعد عرض کی: اے حجت خدا! پروردگار عالم نے بہت سی جنگوں میں ہمارے ذریعہ سے آپ کے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی نصرت کی۔ اب ہمیں آپؑ کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرشتوں سے فرمایا: میری اور آپ کی وعدہ گاہ کربلا ہے میں اس جگہ قتل کیا جاؤں گا۔ جب میں کربلا پہنچوں گا تو اس وقت میرے پاس آنا۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم خدائے متعال کی طرف سے مامور ہیں کہ آپ کے فرمان کی اطاعت کریں۔ اگر آپ کو اپنے دشمن سے خوف ہے تو ہم آپ کی خدمت میں رہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تک میں کربلا نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک وہ مجھے تکلیف نہیں

پہنچا سکتے۔

مومن جنات کا امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آنا

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مومن جنات کے گروہ آئے۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم آپ کے شیعہ اور آپ کا ساتھ دینے والے ہیں۔ آپ کا جو جی چاہے ہمیں حکم فرمائیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیں اور آپ اپنے وطن میں ہی رہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا کی اور ان سے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا جو میرے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لوگوں سے کہو اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تو جن کے مقدر میں قتل کیا جانا لکھا ہے وہ ضرور اپنی قبروں تک پہنچ جائیں گے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مدینہ میں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بس اگر میں اپنے گھر میں رہوں تو ان اشقیاء کا امتحان اللہ تعالیٰ کس چیز سے لے گا اور میری قبر میں کون جائے گا۔

درحقیقت جس دن خداوند متعال نے زمین کا فرش بچھایا تو اس نے سرزمین کربلا کو میرے لئے منتخب کیا اور ہمارے شیعوں اور دوستوں کی پناہ گاہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال اور دعاؤں کو اس جگہ قبول فرمائے گا۔ ہمارے شیعہ وہاں آباد ہوں گے، اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں امان ہوگی۔ لیکن تم ہفتہ کے دن جو عاشورہ کا دن ہے میرے پاس آنا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے روز آنا کہ میں اس دن عصر کے وقت قتل کیا جاؤں گا اور میرے رشتہ داروں اور

بھائیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا اور ہمارے سروں کو یزید کے پاس لے جایا جائے گا۔ اس دن میرے پاس آنا۔

یہ سن کر جنّوں نے عرض کی: خدا کی قسم اگر آپ کے امر کی اطاعت ہم پر واجب نہ ہوتی تو آپ کی اجازت کے بغیر قبل اس کے کہ وہ آپ کو کوئی آزار پہنچائیں آپ کے تمام دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ انہیں قتل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، لیکن ہمارا مقصد ان پر اتمام حجت کرنا ہے۔ تا کہ جو بھی ہلاک ہوں وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو سعادت کو پہنچے وہ بھی دلیل کے ساتھ۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا، یہاں تک کہ منزل تنعیم تک پہنچے، اس جگہ آپ کی ملاقات ایک قافلہ سے ہوئی جو والی یمن بحیر بن یسار کی طرف سے یزید کے لئے ہدیہ لے جا رہے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کے امور کے حقیقی حاکم امام حسین علیہ السلام تھے، لہٰذا انہوں نے ان قافلہ والوں سے وہ ہدیہ لے لیا اور اونٹ کے مالکوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو بھی چاہے ہمارے ساتھ عراق تک چلے ہم اس کا کرایہ ادا کریں گے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے اور جو افراد واپس یمن جانا چاہتے ہیں ہم انہیں وہاں تک کا کرایہ دیں گے۔ ان میں سے بعض لوگ امام علیہ السلام کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ بعض لوگ واپس چلے گئے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے منزل 'ذاتِ عرق' پر پہنچے، تو اس مقام پر بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی جو عراق سے آ رہے تھے اور ان سے پوچھا کہ اہل عراق کی کیا خبر ہے؟ جواب دیا کہ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنو امیہ کی مدد کریں گی۔

حضرت نے فرمایا: تم نے درست کہا خدا جو چاہتا ہے وہی انجام دیتا ہے اور

جس کا ارادہ کرتا ہے اسی کا حکم کرتا ہے۔

قافلہ روانہ ہوا۔ دوپہر کے وقت مقام ثعلبیہ پر پہنچے، تو آپ کو نیند آ گئی۔ ایک لحظہ کے بعد بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا کہ آپ بہت جلدی سے جا رہے ہیں اور موت آپ کو بہشت کی طرف جلدی سے لے جا رہی۔ آپ کے فرزند ارجمند علی اکبر علیہ السلام نے کہا: ﴿یَا اَبَةَ اَوَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ؟﴾ اے بابا جان کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں، خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ تو علی اکبر علیہ السلام نے کہا: ﴿اِذَنْ لَا نُبَالِیْ بِالْمَوْتِ﴾ تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے نورِ عین! خدا تم کو جزائے خیر دے۔ اس رات آپؑ نے مقام ثعلبیہ ہی پر قیام کیا۔

امام حسین علیہ السلام کی اباھرہؓ سے ملاقات

اول صبح کے وقت ایک شخص کہ جس کی کنیت اباھرہ تھی، کوفہ سے آیا اور اس نے حضرت کی خدمت میں سلام کیا اور کہنے لگا: اے فرزند رسول خداؐ! کیا وجہ ہے کہ آپؑ نے حرم خدا اور اپنے جد کا حرم چھوڑا؟ حضرت نے فرمایا: اے اباھرہ!

بنی امیہ نے میرا مال لوٹا میں نے صبر کیا مجھے گالیاں دیں، میں نے برداشت کیا، لیکن اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہاں سے ہجرت کی ہے۔ خدا کی قسم یہ افراد مجھے ضرور قتل کریں گے، لیکن خدا انہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور تیز تلوار کے ساتھ ان سے انتقام لے گا۔ اور ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو ان کو قوم سبا سے زیادہ ذلیل کرے گا جن پر ایک عورت کو مسلط کیا تھا۔ جو ان کے خون اور مال میں جیسا چاہتی تھی حکم کرتی تھی۔ یہ کہہ کر امامؑ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

زہیرؓ بن قین کی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں شرف یابی

قبیلہ بنی فرارہ اور قبیلہ بنی بجیلہ کے بعض لوگوں نے نقل کیا ہے: ہم زہیر بن قین کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اتفاقاً امامؑ کے قافلہ سے ملاقات ہوگئی، لیکن چونکہ زہیر نہیں چاہتے تھے کہ وہ امامؑ سے ملاقات کریں، لہٰذا جس جگہ بھی امام قیام کرتے تو ہم لوگ ان سے کچھ دور قیام کرتے۔

یہاں تک کہ ایک روز ایسا آیا کہ ایک ہی جگہ پر جہاں پر امام حسین علیہ السلام رکے، ہمیں بھی مجبوراً رکنا پڑا۔ چنانچہ جس وقت ہم کھانا کھانے میں مصروف تھے تو ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی طرف سے آیا، سلام کہا اور کہنے لگا کہ اے زہیر بن قین مجھے امام حسین علیہ السلام نے بھیجا ہے کہ تمہیں بلا لاؤں۔ امام علیہ السلام کا یہ پیغام سنتے ہی ہم سب کے ہاتھوں سے لقمے گر پڑے اور ہم لوگ گہری فکر میں ڈوب گئے۔ گویا کہ سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔

زہیر کی زوجہ (دیلم بنت عمرو) نے کہا: سبحان اللہ! تعجب ہے تم پر کہ فرزند رسولؐ تمہیں بلائیں اور تم نہ جاؤ؟ اگر جا کر ان کی باتیں سن لو گے تو کیا ہو جائے گا؟ زہیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، چند لمحوں کے بعد وہ پُرمسرت چہرہ کے ساتھ واپس لوٹے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ یہاں سے اپنے خیموں کو اکھاڑ کر امام حسین علیہ السلام کے خیموں کے نزدیک نصب کر دو اور اپنی زوجہ سے کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے تجھے مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ امامؑ کے ساتھ رہوں گا اور اپنی

جان ان پر نثار کروں گا۔

اس کے بعد اپنی زوجہ کا مال و متاع اس کے سپرد کر دیا، اور اسے اس کے چچازاد بھائیوں کے سپرد کر دیا تا کہ وہ اسے اس کے اقربا تک پہنچا دیں۔ زوجہ زھیر کے نزدیک آئی اور رونے لگی اور اس سے الوداع کرتے ہوئے کہا: خدا تمہارا مددگار رہو، اور تجھے سعادت نصیب فرمائے۔ اور کہا: اے زھیر! میری آرزو ہے کہ جب تم روز قیامت امام حسین علیہ السلام کے جد بزرگوارؐ سے ملاقات کرو تو مجھے بھی یاد کرنا۔ اس کے بعد زھیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: جو بھی میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے میرے ساتھ چلے، ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

امام حسین علیہ السلام اس مقام سے مقام زبالہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر شہادتِ مسلمؑ سے باخبر ہوئے۔ حضرتؑ کے اصحاب بھی اس خبر سے مطلع ہوئے۔ اس موقع پر وہ افراد جو امامؑ کے ہمراہ دنیاوی ریاست و طمع کی خاطر آ رہے تھے وہ امامؑ کو چھوڑ کر چلے گئے اور حضرت کے اہل بیتؑ اور باوفا اصحاب ان کے ہمراہ رہے۔ چنانچہ مسلمؑ کی شہادت پر امامؑ اور ان کے اہل بیتؑ و اصحاب گریہ و زاری کرنے لگے، آنکھوں سے اشک جاری تھے، لیکن امام حسین علیہ السلام نے شوقِ شہادت میں اپنے سفر کو جاری رکھا۔

فرزدق شاعر دورانِ سفر امام علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہوئے، عرض کی: اے فرزند رسول خداؐ! جن لوگوں نے مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ ان پر آپ کیسے اعتماد کر رہے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے رو کر فرمایا: خدا مسلمؑ کی مغفرت کرے جنہوں نے زندگی جاوید پائی، خداوند کے رزق سے مالا مال ہوئے اور بہشت میں داخل ہوئے۔ انہوں نے خداوند کریم کی خوشنودی پائی اور اپنی ذمہ داری کو انجام دے دیا، لیکن میں نے ابھی اپنا وظیفہ انجام نہیں دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اشعار پڑھے۔

ترجمہ: (۱) اگر دنیا کو نفیس و باقیمت شمار کیا جائے تو یہ مسلم ہے کہ خداوند کریم کا اجر و ثواب اس سے بلند و برتر ہوگا۔

(۲) اگر جسموں کو مرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو مرد کے لئے تلوار سے راہِ خدا میں قتل ہو جانا افضل ہے۔

(۳) جب کہ انسان کی روزی کو تقسیم اور مقدر کر دیا گیا ہے تو مرد کا روزی کے لئے کم حریص ہونا اچھا ہے۔

(۴) اور اگر مال کا جمع کرنا چھوڑ جانے کے لئے ہے تو انسان اس شئ میں کنجوسی کیوں کرے جس کو چھوڑ کر جانا ہے۔

شہادت قیسؓ بن مسہر

امام حسین علیہ السلام نے سلیمان بن صرد خزاعی، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور کوفہ میں اپنے چند شیعوں کے نام، قیس بن مسہر صیداوی کے توسط سے خطوط ارسال کیے۔ قیس جب نزدیک کوفہ پہنچے تو اس کی ملاقات ابن زیاد کے ایک سپاہی حصین بن نمیر سے ہوئی۔ جب اس نے تلاشی لینا چاہی تو قیس نے امام حسین علیہ السلام کے خطوط باہر نکال کر ٹکڑے کر دیئے، حصین ان کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ عبیداللہ نے پوچھا تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کا شیعہ ہوں۔

اس نے کہا: تم نے یہ خطوط کس لئے پھاڑے ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس لیے کہ تو ان کے مطالب سے آگاہ نہ ہو۔ ابن زیاد نے سوال کیا: یہ خطوط کس کی طرف سے تھے؟ جواب دیا: حسین علیہ السلام کی جانب سے چند کوفیوں کے نام تھے جنہیں میں نہیں جانتا۔

ابن زیاد غضبناک ہو کر کہنے لگا: خدا کی قسم جب تک تو ان کے نام نہیں بتائے گا تم کو آزاد نہیں کروں گا یا پھر منبر پر جا کر حسین بن علی علیہ السلام اور ان کے باپ اور بھائیوں کو گالیاں دو۔ ورنہ تم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

قیس نے کہا: اس جماعت کے نام تجھے نہیں بتاؤں گا، لیکن میں منبر پر جانے کے لئے تیار ہوں کہ حسین علیہ السلام اور ان کے باپ کو گالیاں دوں۔ اس کے بعد آپ منبر پر گئے، اور حمد وثناء الٰہی کی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود وسلام اور حضرت علی بن ابی طالب، حسن اور حسین علیہم السلام کے لئے طلب رحمت کی اور عبید اللہ بن زیاد اور ان کے باپ اور بنی امیہ کے حامیوں پر لعنت بھیجی۔ اس کے بعد کہا:

ایہا الناس! مجھے امام حسین علیہ السلام نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور وہ فلاں سرزمین پر ہیں۔ ان کی طرف جاؤ اور ان کی نصرت کرو۔ یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی، تو اس نے حکم دیا کہ اس کو دارالامارہ کی چھت سے نیچے پھینک دیا جائے، لہٰذا ان کو دارلامارہ کی چھت پر لے جا کر نیچے پھینک دیا، جس سے ان کی شہادت ہوئی۔

جب ان کی شہادت کی خبر امام حسین علیہ السلام کو ملی تو رونے لگے اور فرمایا: خداوندا! ہمارے لئے اور ہمارے شیعوں کے لئے نیک جگہ قرار دے اور اس میں ہم سب کو اکٹھا کر دے، کیوں کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ خط اس منزل سے بھیجے تھے جو (حاجز کے نام سے مشہور ہے) اس کے علاوہ دوسری جگہ بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

حرؒ بن یزید کا امام حسین علیہ السلام کو روکنا

راوی کہتا ہے کہ اس منزل سے گزرنے کے بعد اور کوفہ سے دو منزل پہلے

اچانک حر بن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر امام حسین علیہ السلام کے سامنے آیا۔ حضرتؑ نے پوچھا: ہماری مدد کے لئے آئے ہو یا ہم سے جنگ کرنے آئے ہو؟ حُر نے جواب دیا: اے حسینؑ! آپ سے جنگ کرنے آیا ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ پھر آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ یہاں تک کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہاری رائے ان خطوط کے مخالف ہے جو تم نے اور دیگر افراد نے بھیجے ہیں تو میں جہاں سے آیا ہوں پھر وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔ حُر اور اس کے لشکر نے حضرتؑ کو واپس جانے سے روکا۔

حُر نے کہا: اے فرزند رسولؐ ایسا راستہ انتخاب کریں۔ جو نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ مدینہ، تا کہ میں ابن زیاد کے سامنے عذر پیش کرسکوں اور کہہ سکوں کہ حسین علیہ السلام ایسے راستے پر گئے کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا۔ امام حسین علیہ السلام نے بائیں ہاتھ پر جانے والا راستہ انتخاب فرمایا، اور مقام عذیب حجانات پر پہنچے، اسی موقع پر ابن زیاد کا خط حُر کو ملا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تو نے حسین علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک کیا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں۔ ہم نے تمہیں حکم دیا تھا کہ حسین علیہ السلام کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

حُر اور اس کے لشکر والے حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہیں جانے سے روک دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیا تم نے خود یہ نہیں کہا تھا کہ راستہ تبدیل کر کے جو راستہ کوفہ اور مدینہ کو نہ جاتا ہو، اس پر چلے جائیے؟ اس نے کہا: ہاں، لیکن امیر عبیداللہ ابن زیاد کا خط مجھے ملا ہے جس میں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ پر سختی کروں، اور مجھ پر جاسوس مقرر کیے ہیں تا کہ اس کے احکام کی تعمیل کروں۔

اس موقع پر امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہوئے۔ حمد و ثناء پروردگار کی، اور اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿اَلا تَرَوْنَ اِلَى الْحَقِّ لا يُعْمَلُ بِهِ وَ اِلَى الْبَاطِلِ لا يُتَنَاهٰى عَنْهُ لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقَاءِ رَبِّهِ حَقًّا حَقًّا﴾۔

اے لوگو! معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کرلی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے۔ یقیناً دنیا نے رنگ بدل لیا ہے اور بہت بری شکل اختیار کر گئی۔ اس کی بھلائیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہوگئی ہیں۔ اب اس میں اتنی ہی اچھائیاں باقی بچی ہیں جتنی کسی برتن کی تہہ میں رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہوگئی ہے جیسا کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے کوئی روکنے والا نہیں ہے؟ ان حالات میں مردِ مومن کو چاہیے کہ وہ لقائے پروردگار کی آرزو کرے:

﴿لا اَرَى الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَ الْحَيٰوةَ مَعَ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا بَرَمًا﴾

میں موت کو سعادت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، اور ظالموں کے ساتھ جینے کو رسوائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔

زہیر بن قین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے فرزند رسولِ خداؐ ہم نے آپ کی باتوں کو سنا، ہماری نظر میں اس فانی دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر دنیا کی زندگی ہمیشہ کے لئے ہوتی اور ہم کو اس میں ہمیشہ زندہ رہنا ہوتا پھر بھی ہم آپ کے ساتھ قتل ہونے کو زندگی جاوید پر ترجیح دیتے۔

ان کے بعد ھلال بن نافع کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: خدا کی قسم ہمیں شہادت اور موت سے کوئی خوف نہیں ہے، اور ہم اپنی اسی نیت اور بصیرت پر قائم ہیں۔ آپ کے دوستوں کے دوست اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

ان کے بعد بریر بن خضیر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم خداوند کریم نے ہم پر احسان فرمایا کہ آپؑ کی نصرت کے لئے لڑیں۔ ہمارے جسم آپؑ کی حمایت میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، اور اس کے بدلے آپؑ کے جد بزرگوار قیامت کے دن ہماری شفاعت فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں داخلہ

امام حسین علیہ السلام اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے، لیکن لشکر حُر کبھی ان کے جانے پر مانع ہوتا اور کبھی ان کے پیچھے چلتا۔ یہاں تک کہ دوسری محرم کو زمین کربلا پر وارد ہوئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اس سرزمین پر وارد ہوئے، سوال کیا کہ اس زمین کا نام کیا ہے؟ جواب دیا گیا: کربلا۔ کہا: خداوندا! غم اور بلاؤں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد کہا: ﴿**ھذا موضع کرب و بلا انزلوا ھیھنا محط رجالنا و مسفک دمائنا و ھنا محل قبورنا**﴾ یہ خوفناک اور بلاؤں کی جگہ ہے۔ یہاں پر اترو۔ یہی ہمارے مرنے کی جگہ ہے اور ہمارے خون بہنے کی جگہ ہے اور ہماری قبور کا مقام ہے۔ اس خبر کو میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ اس کے بعد سب اتر گئے۔ حر اور اس کا لشکر بھی ایک کنارے پر اترا اور اپنے خیمے نصب کر لیے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی بے چینی

امام حسین علیہ السلام بیٹھ کر اپنی تلوار کی اصلاح کرتے ہوئے ان اشعار کو پڑھ رہے تھے:

یـا دهـر اف لك مـن خـلـيـل　　كـم لك بـالاشـراق والاصـيـل
مـن طـالـب و صـاحـب قـتـيـل　　والـدهـر لا يـقـنـع بـالـبـديـل
و كـل حـى سـالـك سـبـيـل　　و انـمـا الامـر الـى الـجـلـيـل

ترجمہ:۔ اے زمانہ تیری دوستی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ دشمنی کے سوا تیرا کچھ کام نہیں۔ صبح وشام تو نے اپنے دوستوں کی ایک جماعت کو قتل کیا، اور زمانہ کسی بدل پر قناعت نہیں کرتا۔ ہر زندہ موت کی طرف جا رہا ہے اور ہر امر خدا کے ذمہ ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان اشعار کو سنا اور کہا: اے بھائی جان! یہ باتیں وہ شخص کرتا ہے جسے اپنے قتل ہونے کا یقین ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے میری بہن! حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کہا: اے کاش موت آ جاتی، حسین علیہ السلام اپنی شہادت اور موت کی خبر دے رہے ہیں۔ اس وقت اہل حرم کی مستورات رونے لگیں اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگیں، گریبان چاک کر دیئے۔ ام کلثوم نے فریاد کی: ﴿وَا مُحَمَّدَاهُ وَا عَلِيَّاهُ وَا اُمَّاهُ وَا اَخَاهُ وَا حُسَيْنَا وَا ضَيْعَتَنَا بَعْدَكَ يَا عَبْدِ اللّٰهِ﴾ یا حسینؑ! ہائے تمہارے بعد ہماری بے چارگی!۔

امام حسین علیہ السلام نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا: اے میرے بہن! خدا کی راہ میں صبر کرو۔ چونکہ تمام آسمانوں کے رہنے والوں کے لیے فنا ہے اور تمام اہل زمین کو موت آنا ہے اور تمام لوگوں کو مرنا ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اے ام کلثوم، اے زینب، اے فاطمہ، اے رباب! یاد رکھو کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہروں پر طمانچے نہ مارنا اور ایسی بات نہ کرنا جس سے خدا راضی نہ ہو۔

دوسری روایت ہے کہ زینب سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام سے دور مستورات اور

بچوں میں بیٹھی تھیں اور جب حسین علیہ السلام سے ان اشعار کو سُنا تو فوراً اسی حال میں کہ ان کی چادر زمین پر خط دے رہی تھی۔ بھائی کے پاس آئیں اور کہا: ﴿وَ اثُکْلاهُ لَیْتَ الْمَوْتُ اَعْدَمَنِی الْحَیٰوۃَ﴾ اے کاش موت میری جان لے لیتی۔ آج میری ماں فاطمہ زہراؑ، باپ علیؑ اور بھائی حسنؑ دنیا سے گئے ہیں۔ اے گزشتہ بزرگوں کے جانشین اور باقی زندوں کی پناہ گاہ! امام حسین علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے میری بہن! تمہارے حلم کو شیطان ختم نہ کر دے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ کیا آپؑ قتل ہو جائیں گے؟ امام حسین علیہ السلام نے اپنے غم و اندوہ کو دل میں چھپایا اور آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور فرمایا: ﴿لَوْ تُرِکَ الْقَطَا لَنَام﴾ یعنی اگر (قطا) (پرندے) کے شکاری اسے اپنے حال پر چھوڑتے تو اپنے آشیانہ میں ہی رہتا۔ یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ اگر بنی امیہ مجھے آزاد چھوڑتے تو میں مدینہ سے باہر نہ آتا۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا یہ بات سن کر کہنے لگی: ﴿وَا وَیْلَتَاهُ﴾ ہائے بھائی جان! کیا آپ اپنے آپ کو دشمن کی گرفتاری میں سمجھتے ہیں اور زندگی سے مایوس ہیں؟ یہ بات میرے دل کو پریشان کر رہی ہے، اور اس کا برداشت کرنا مجھ پر بہت سخت ہے۔ اس کے بعد منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اپنا گریبان چاک کر دیا، اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔

امام حسین علیہ السلام اٹھے اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے چہرے پر پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ بی بیؑ کو ہوش آ گیا اور ان کو تسلی دی، اور انہیں اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور اپنے بابا علی علیہ السلام کے مصائب کی یاد دلائی تا کہ ان کی شہادت کو چھوٹی مصیبت سمجھ کر جناب زینب سلام اللہ علیہا کو سکون مل جائے۔

امام حسین علیہ السلام کا اہل بیتؑ حرم کو ساتھ لانے کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ اگر

حضرتؑ اپنے اہل بیتؑ کو حجاز میں یا کسی اور شہر میں چھوڑ دیتے تو یزید بن معاویہ لعنت اللہ علیہ فوج بھیج کر ان کو اسیر کروالیتا اور ان کو اتنی تکلیف دیتا کہ شاید امام حسین علیہ السلام راہِ خدا میں شہادت و قربانی کی سعادت پر فائز ہونے میں مشکلات سے دوچار ہو کر محروم ہو جاتے۔

حصہ دوم

واقعاتِ عاشورا

شہادت شہداءِ کربلا
اور
خیام اہلِ حرم کی تاراجی و آتش زدگی

واقعاتِ عاشورا

عبید اللہ بن زیاد نے اپنے ساتھیوں کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کی دعوت دی۔ انہیں راہِ حق سے منحرف کیا اور اس پر انہوں نے اس کی پیروی کی، اور اس نے عمر بن سعد کی آخرت کو دنیوی مال کے ذریعہ خرید لیا اور اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار بنا دیا۔ عمر بن سعد نے بھی اسے قبول کر لیا، اور کوفہ سے چار ہزار سوار سپاہیوں کے ساتھ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ سے روانہ ہوا۔ ابن زیاد مسلسل اس کے لئے لشکر روانہ کرتا رہا، یہاں تک کہ چھ محرم کی رات تک بیس ہزار سوار اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام پر بندش آب سے اس قدر سختی کی کہ جس کے نتیجہ میں آپؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا پر شدید پیاس کا غلبہ ہوا۔

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ

امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار کے سہارے کھڑے ہوئے اور بآواز بلند فرمایا:

﴿اُنْشِدُکُمُ اللّٰہَ ھَلْ تَعْرِفُوْنَنِیْ؟ قَالُوْا: نَعَمْ اَنْتَ اِبْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ سِبْطُہٗ﴾۔

میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ فرزند پیغمبر خداؐ اور ان کے نواسے ہیں۔ پھر فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھے جانتے ہو، کیا رسول خداؐ میرے جدامجد نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم آپ رسول اللہؐ کے نواسے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا:

پھر تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میرے والد علی بن ابی طالبؑ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ میری والدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دختر محمد مصطفیؐ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میری جدہ جناب خدیجہ بنت خویلد ہیں؟ اور وہ پہلی خاتون ہیں کہ جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ فرمایا: کیا حضرت حمزہؓ میرے والد کے چچا نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہیں، آپ درست فرما رہے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ جو تلوار میرے پاس ہے وہ رسول خداؐ کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ جو عمامہ میرے سر پر ہے یہ رسول خداؐ کا عمامہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ علیؑ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور وہ سب لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ بردبار تھے اور ہر مسلمان عورت و

مرد کے مولی و امیر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔

﴿قَالَ فَبِمَ تَسْتَحِلُّوْنَ دَمِی؟﴾ تو آپؑ نے فرمایا: پھر تم کیوں میرا خون بہانا حلال سمجھ رہے ہو؟ حالانکہ میرے والد ساقی کوثر ہیں جن کے ہاتھوں میں روزِ قیامت پرچم اسلام ہوگا۔ انہوں نے جواب دیا: کہ آپ نے جو کچھ بیان فرمایا یہ سب ہم جانتے ہیں، لیکن ﴿وَ نَحْنُ غَيْرُ تَارِكِيْكَ حَتّٰى تَذُوْقَ الْمَوْتَ عَطَشًا﴾ جب تک آپ تشنہ لب جان نہ دے دیں ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

جیسے ہی امام حسین علیہ السلام نے اس خطبہ کو ختم کیا۔ تو حضرتؑ کی بیٹیوں اور ان کی بہن زینب سلام اللہ علیہا نے رونا شروع کر دیا اور اپنا منہ پیٹنے لگیں، اور ان کے رونے کی آواز خیموں سے بلند ہونے لگی۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی عباسؑ اور اپنے لخت جگر علی اکبرؑ کو ان کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ مستورات کو خاموش کرائیں، کیونکہ مجھے اپنی جان کی قسم انہیں اس کے بعد ابھی بہت رونا ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ جب عبیداللہ بن زیاد کا خط عمر بن سعد کو ملا جس میں اسے جنگ جلد شروع کرنے اور جلد ختم کرنے کا حکم دیا تھا کہ اس میں تاخیر سے کام نہ لیا جائے تو اس خط کے نتیجہ میں عمر بن سعد فوراً سوار لشکر کو لے کر امامؑ کے خیموں کی طرف چل پڑا۔

حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو امان کی دعوت

شمر نے خیموں کے نزدیک آ کر بلند آواز سے کہا: ﴿این بنو اختی؟﴾ کہاں ہیں میرے بھانجے عبداللہ، جعفر، عباس اور عثمان؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: شمر کا جواب دو اگرچہ وہ فاسق ہے، کیونکہ وہ تمہارا

رشتہ دار ہے۔

چنانچہ حضرت عباس علیہ السلام اور ان کے بھائیوں نے کہا شمر کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: اے میرے بھانجو! تم امان میں ہو، امام حسین (علیہ السلام) کے ہمراہ اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو اور امیر المؤمنین یزید کی اطاعت کرو۔ حضرت عباس علیہ السلام نے جواب دیا: اے دشمن خدا تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ کتنی بری امان ہمارے لئے لائے ہو ﴿تَأمُرُنَا اَنْ نَتْرُکَ اَخَانَا الْحُسَیْنَ بْنَ فَاطِمَةَ وَ نَدْخُلُ فِیْ طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ وَ اَوْلَادِ اللُّعَنَاءِ؟﴾ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے بھائی، فرزند فاطمہ زہراء امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر ملعون اور ملعون کے بیٹوں کے ساتھ ہو جائیں؟!

شمر غضبناک حالت میں اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا۔

جب امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ سپاہ ابن زیاد جنگ شروع کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لے رہی ہے، اور وعظ و نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے، تو آپ نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا کہ جیسے بھی ممکن ہو۔ اس لشکر کو جنگ کرنے سے روکو، تا کہ آج کی رات میں نماز ادا کر سکوں، کیونکہ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور تلاوتِ قرآن سے بہت محبت ہے۔ حضرت عباسؑ آئے اور ان سے درخواست کی۔ عمر بن سعد نے اس پر خاموشی اختیار کی، گویا وہ جنگ میں تاخیر کرنے پر راضی نہیں تھا۔

عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: خدا کی قسم اگر یہ لوگ ترک و دیلم کے قبیلہ سے بھی ہوتے تو ہم ان کی درخواست کو قبول کر لیتے، حالانکہ یہ آل محمدؐ ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے درخواست قبول کر لی اور جنگ سے دستبردار ہو گئے۔ راوی کہتا ہے:

امام حسین علیہ السلام زمین پر بیٹھ گئے اور ان کو نیند آ گئی۔ اور چند لحظات کے بعد بیدار ہوئے اور اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے بہن زینبؑ! ابھی میں

نے خواب میں اپنے نانا رسول خداﷺ اور اپنے والد علی مرتضیٰؑ اور اپنی ماں فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہم السلام کو دیکھا ہے۔ اور انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے: اے حسین! کل تم ہمارے پاس ہو گے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے یہ بات سنتے ہی اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے گریہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آہستہ گریہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمیں شرمندہ کریں۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری شب

چنانچہ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں بعد از حمد و ثنائے رب جلیل کے یوں فرمایا:

﴿اَمَّا بَعْدُ، فَاِنِّیْ لاَ اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَصْلَحَ مِنْكُمْ وَلاَ اَهْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَلاَ اَفْضَلَ مِنْ اَهْلَ بَیْتِیْ فَجَزَاكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا عَنِّیْ خَیْرًا وَ هٰذِهِ اللَّیْلُ قَدْ غَشِیَكُمْ فَاتَّخِذُوْهُ جَمَلاً وَلْیَاْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِیَدِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ وَ تَفَرَّقُوْا فِیْ سَوَادِ هٰذَا اللَّیْلِ وَ ذَرُوْنِیْ وَ هٰؤُلاَءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ لاَ یُرِیْدُوْنَ غَیْرِیْ﴾

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں کسی کے اصحاب کو اپنے اصحاب سے زیادہ نیک اور اپنے اہل بیتؑ سے زیادہ اچھا کسی کے اہل بیت کو نہیں جانتا۔

خدا تم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ رات کا سناٹا ہے، اس کو غنیمت جانو۔

اور تم میں سے ہر ایک میری اہل بیت کے مردوں میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے کر چلے جاؤ، اور مجھے اس لشکر کے پاس اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ انہیں میرے

سوا کسی اور سے کوئی غرض نہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں اولاد اور عبد اللہ ابن جعفر کی اولاد نے امامؑ کے جواب میں عرض کیا: ﴿وَلَمْ نَفْعَلُ ذٰلِکَ لِنَبْقِیْ بَعْدَکَ؟ لَا اَرَانَا اللّٰہُ ذٰلِکَ اَبَدًا﴾ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں تا کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہرگز ایسا دن ہمیں نصیب نہ کرے، اور اس کلام کو سب سے پہلے حضرت عباسؑ بن علیؑ نے کہا اور باقی افراد نے ان کی پیروی کرتے ہوئے یہی جواب دیا۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام عقیلؑ کے بیٹوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: تمہارے لئے شہادتِ مسلمؑ ہی کافی ہے میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم لوگ چلے جاؤ۔

اور دوسری روایت کے مطابق اس دوران امامؑ کے بھائیوں اور ان کی اہل بیت نے یوں عرض کی: اے فرزند پیغمبرؐ! لوگ جب ہم سے پوچھیں گے تو ہم ان کا کیا جواب دیں گے؟ کیا ان کو یہ جواب دیں گے کہ اپنے مولا اور اپنے پیغمبرؐ کے فرزند کو تنہا چھوڑ دیا اور اس کی حمایت ونصرت میں دشمن کی طرف ایک تیر بھی نہیں پھینکا، اور ایک بھی نیزہ وتلوار نہیں چلائی؟ ہرگز نہیں! خدا کی قسم ہم لوگ آپ سے جدا نہیں ہوں گے، اور ہم آپ کی حفاظت آخری دم تک کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہم قتل کر دیئے جائیں، اور آپ کی طرح راہِ خدا میں شہید ہو جائیں۔ آپ کے بعد خدا ہمیں زندہ نہ رکھے۔

پھر مسلمؑ بن عوسجہ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں: اے فرزند پیغمبرؐ! کیا ہم آپ کو اس حالت میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ جب کہ دشمنوں نے آپ کو اپنے محاصرے میں لے لیا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا! خداوند آپ کے بعد مجھے جینا نصیب نہ کرے۔ میں ضرور لڑوں گا، یہاں تک کہ لڑتے ہوئے میرا نیزہ آپ کے دشمن کے سینے میں ٹوٹ

جائے، اور پھر میں اپنی تلوار لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑوں، یہاں تک کہ تلوار بھی نہ رہے تو پھر میں پتھر اٹھا کر آپ کے دشمن پر برساؤں گا۔ میں آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نچھاور کر دوں۔

ان کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے فرزند پیغمبرؐ! خدا کی قسم ہم آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں گے تاکہ خدا یہ جان لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں جو رسول خداؐ کی وصیت سنی تھی اسے یاد رکھا، اور اگر میں یہ جان لوں کہ آپ کی راہ میں مجھے قتل کیا جائے گا اور پھر زندہ کیا جائے اور پھر زندہ جلا دیا جائے گا اور یہاں تک کہ مجھے اسی طرح ستر (۷۰) مرتبہ ہی کیوں نہ جلا دیا جائے۔ پھر بھی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اپنی جان آپ سے پہلے قربان کروں گا۔

اور کیوں نہ آپ کے لئے جان نثار کروں، جب کہ ایک مرتبہ مرنا تو ہے ہی اور اس کے بعد ابدی عزت وسعادت ہے۔ ان کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور عرض کی: خدا کی قسم اے فرزند پیغمبرؐ! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ خداوند آپ کو، آپ کے بھائیوں اور آپ کے اہل بیت کو زندہ رکھے، پھر ان کے بعد امام حسین علیہ السلام کے باقی اصحاب نے بھی اسی طرح کی حمایت کا اظہار کیا، اور انہوں نے عرض کی: ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں۔ ہم ہر صورت آپ کی حفاظت کریں گے، کیونکہ اگر ہم قتل بھی ہو جائیں تو گویا ہم نے اس تکلیف کو ادا کیا جس کو خدا نے ہم پر واجب کیا تھا۔

اسی شب عاشور محمد بن حضرمی کو خبر ملی کہ اس کے بیٹے کو شہر ری میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا: میں اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ مجھے اپنی جان کی قسم مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرا بیٹا اسیر ہو جائے، اور میں اس کے بعد زندہ رہوں۔

جب اس کی یہ بات امام حسین علیہ السلام نے سنی تو فرمایا: خدا تیری مغفرت کرے، میں نے تجھ سے اپنی بیعت اٹھالی ہے اور تو اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے چلا جا۔ تو اس نے عرض کی: اگر میں آپ سے جدا ہوں تو مجھے جنگل کے درندے زندہ پھاڑ کھائیں۔ امامؑ نے فرمایا: اچھا یہ پوشاک برد یمانی اپنے بیٹے کو دو تا کہ وہ اپنے بھائی کی رہائی کے لئے اس سے استفادہ کر سکے۔ پس حضرتؑ نے اسے پانچ پوشاک برد یمانی عطا کیں کہ جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی۔

راوی کہتا ہے کہ اس رات امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے یوں گزاری کہ ان کے مناجات کی صدائیں سنی جا رہی تھیں۔ کچھ اصحاب حالت رکوع میں اور کچھ حالت سجود میں اور کچھ حالت قیام میں عبادتِ الٰہی میں مشغول تھے۔ چنانچہ اسی رات بتیس (۳۲) آدمی عمر بن سعد کے لشکر سے جدا ہو کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے آ ملے۔ امام حسین علیہ السلام کی کثرتِ نماز اور عبادت ہمیشہ اسی طرح تھی۔

روایت میں ہے کہ عاشور کی صبح بریر بن خضیر ہمدانی نے عبدالرحمٰن سے ہنسی مذاق شروع کر دی۔ تو عبدالرحمٰن نے کہا کہ اے بریر! یہ کوئی ہنسی مذاق کرنے کا وقت ہے؟ بریر نے کہا: میری قوم جانتی ہے کہ میں نے عمر بھر کسی سے کوئی مذاق نہیں کیا۔

لیکن میری اس خوشی کا اظہار شہادت پر فائز ہونے کی وجہ سے ہے۔

خدا کی قسم اب اس وقت کے آنے میں زیادہ دیر نہیں ہے جب کہ میں دشمنوں کے سامنے جاؤں اور کچھ دیر ان سے جنگ کروں اور اس کے بعد جا کر جنت کی حوروں سے مل جاؤں۔

عاشورہ کی صبح

راوی کہتا ہے کہ جب عمر بن سعد کے سپاہی گھوڑوں پر سوار ہو گئے، تو امام حسین علیہ السلام نے بُریر بن خضیر کو ان کی طرف بھیجا۔ بُریر نے انہیں وعظ و نصیحت کی۔ چند مطالب کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی، لیکن انہوں نے اس کی پروا نہ کی۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام ناقہ پر اور ایک قول کے مطابق اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور عمر بن سعد کے ساتھیوں سے خاموش ہونے کے لئے کہا اور انہیں اپنے خطبے کی طرف متوجہ کیا، وہ سب خاموش ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود و سلام، اور انبیاءؑ اور ملائکہ پر درود بھیجنے کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! وائے ہو تم پر تم نے سرگردان حالت میں ہم سے مدد طلب کی، اور ہم تمہاری مدد کے لئے جلد حاضر ہو گئے، لیکن تم نے جن تلواروں کو ہماری نصرت میں اٹھانے کی قسم کھائی تھی، ان کو ہمارے قتل کے لئے اٹھا رکھا ہے، جس سے ہم اپنے اور تمہارے دشمنوں کو مارنا چاہتے تھے آج تم سب اپنے دوستوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے دشمن کی مدد کر رہے ہو، حالانکہ نہ انہوں نے تمہارے درمیان عدل و انصاف کو رائج کیا، اور نہ ان کی مدد کرنے میں تمہیں خوشی کی امید ہونی چاہیے۔

تم پر وائے ہو۔ کس لئے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا، حالانکہ تلواریں نیاموں میں اور دل مطمئن، پُرسکوں اور ارادے محکم ہو چکے تھے، لیکن باوجود اس کے تم نے فتنے کی آگ جلانے میں ٹڈیوں کی مانند جلدی کی، اور اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا۔ اے حق اسلام کے دشمنو! اے قرآن سے منہ موڑنے والو! اور اس کے کلمات میں تحریف کرنے والو! اے گنہگار لوگو! اے شیطانی وسوسوں کی پیروی کرنے والو! پیغمبر

اسلام ﷺ کی شریعت وسنت کو مٹانے والو! خدا کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہو۔

ان پلید لوگوں کی حمایت تو کر رہے ہو، لیکن ہماری نصرت سے دستبردار ہو گئے ہو۔

ہاں، خدا کی قسم قدیم زمانہ ہی سے تم میں مکر وفریب تھا، اور تمہارا خمیر اسی مکر و فریب کے پانی مٹی سے اٹھایا گیا، اور تمہاری فکر اسی پر پروان چڑھی ہے۔ تم ایسے بدترین پھل ہو کہ جو کھانے والوں کے گلے کو زخمی کر دیتا ہے، اور تم ان ظالم و غاصب لوگوں کے سامنے چھوٹے سے لقمے کی مانند ہو۔

﴿اَلاٗ وَ اِنَّ الدَّعِیَّ بْنَ الدَّعِیِّ قَدْ رَکَزَ بَیْنَ اثْنَتَیْنِ بَیْنَ السِّلَۃِ وَ الذِّلَّۃِ وَ ھَیْھَاتَ مِنَّا الذِّلَّۃِ یَاَبی اللّٰہُ ذٰلِکَ لَنا وَ رَسُوْلُہٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے حرام زادے کے بیٹے حرام زادہ (ابن زیاد) نے دو چیزوں پر مجبور کیا ہے۔ یا تو میں اس کے خلاف تلوار نکال لوں، یا ذلت کا لباس پہن کر یزید کی بیعت کر لوں، لیکن ذلت ہم سے بہت دور ہے، کیونکہ خداوند متعال اور اس کا رسولؐ اور مؤمنین اس کی ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم ذلت کی زندگی کو عزت کی موت پر ترجیح دیں۔ جان لو باوجود اس کے کہ ہم تعداد کے لحاظ سے کم ہیں، لیکن تمہارے ساتھ جنگ ضرور لڑیں گے۔

حضرتؑ نے اپنے خطبہ کے بعد شاعر فروہ بن مسیک مرادی کے یہ اشعار پڑھے۔

اشعار کا ترجمہ:۔ اگر ہم فتح یاب ہو جائیں اور دشمن کو شکست دے دیں تو یہ کوئی عجیب بات نہ ہوگی، کیوں کہ ہم ہمیشہ دشمن کو شکست دینے والے ہیں، اور اگر مغلوب ہو کر مارے جائیں تو ہمارا یہ مرنا نہ تو خوف وہراس کی وجہ سے ہوگا اور نہ ہماری

جانب سے ہوگا، بلکہ ہماری موت کا وقت، اور دوسروں کی (ظاہری) کامیابی کا وقت آپہنچے گا۔ اگر موت کی سواری ایک گھر سے دوری اختیار کرے تو دوسرے گھر کی جانب ضرور پڑاؤ ڈالتی ہے۔ ہمارے آباء و اجداد تمہارے ہاتھوں سے مارے گئے جس طرح گزشتہ صدیوں میں لوگ موت سے دوچار ہوتے رہے۔

اگر دنیا کے بادشاہ ہمیشہ رہتے تو ہم بھی ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے۔ وہ لوگ جو آج ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں ان سے کہو کہ عقل کے ناخن لو، چنانچہ جس طرح آج ہمیں موت کا سامنا کرنا ہے، اس طرح ان مذاق اڑانے والوں کو بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ان اشعار کو پڑھنے کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تم میرے قتل کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہو گے۔ تمہاری زندگی ایک پیادے کے سوار ہونے سے زیادہ نہیں ہے۔ زمانہ تیزی کے ساتھ تمہارے سروں پر چکی کی طرح گھوم رہا ہے، اور تمہاری اضطرابی حالت چکی کی کیل کی طرح ہے، یہ خبر میرے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام نے میرے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی، اور مجھ سے بیان فرمائی تھی۔

اب تم مل بیٹھو اور آپس میں اپنے اس معاملہ کے بارے میں ایک دوسرے سے صلاح و مشورہ کرو، تاکہ کوئی بات تم پر مخفی نہ رہ جائے پھر اس کے بعد تم میرے قتل کے لئے اقدام کرو، اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اس خدا پر بھروسہ کیا ہے جو ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے۔

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپؑ نے اس سپاہِ یزید سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے فرمایا: اے پروردگار! انہیں اپنی رحمت کی بارش سے محروم کر، اور ان پر ایسا قحط نازل کر جیسا جناب یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں نازل فرمایا، اور غلام ثقفی کو ان پر مسلط کردے تاکہ وہ انہیں موت کے تلخ جام سے سیراب کرے، کیونکہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا، اور مجھے

فریب دیا۔ تو ہمارا پروردگار ہے۔ تجھ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اور تیری ہی مغفرت کے طالب ہیں۔ ہر ایک کو تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنی سواری سے نیچے اترے اور رسول خداؐ کا گھوڑا کہ جس کا نام مرتجز تھا طلب فرمایا، اور اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب پینتالیس (۴۵) سوار اور ایک سو پیادہ تھے، اور دوسری روایات بھی حضرتؑ کے اصحاب کی تعداد کے سلسلہ میں موجود ہیں۔

عمر بن سعد کی طرف سے جنگ کا آغاز

راوی بیان کرتا ہے کہ عمر بن سعد لشکر سے نکل کر سامنے آیا اور جب امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کی طرف تیر پھینک چکا تو اس نے بلند آواز سے اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: امیر کے ہاں، اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلا تیر پھینکنے والا میں ہوں۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے لشکر کی طرف سے تیر بارش کی طرح برسنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ﴿قُومُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ الَّذِىْ لَابُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هٰذِهِ السِّهَامَ رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَيْكُمْ﴾

تم پر اللہ کی رحمت ہو، موت کی طرف پیش قدمی کرو کہ جس کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ یہ تیر اسی قوم کی طرف سے تمہیں جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے حملہ کیا کچھ دیر لڑتے رہے، یہاں تک کہ چند اصحاب شہید ہو گئے۔ اسی اثناء میں امام حسین علیہ السلام نے اپنے محاسن مبارک کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

جب یہودیوں نے جناب عزیر کو خدا کا بیٹا کہا، تو خدا ان پر غضبناک ہوا، اور قوم نصاریٰ پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب نصاریٰ تین خداؤں کے قائل ہو گئے، اور خداوند مجوس پر اس وقت سخت غضبناک ہوا، جب مجوس نے اللہ کی عبادت کے بجائے سورج اور چاند کی پرستش کرنا شروع کر دی۔ اور خداوند اس قوم پر بھی سخت غضبناک ہے، جو اپنے نبیؐ کے فرزند کو قتل کرنے پر متفق ہوگئی ہے، لیکن خدا کی قسم میں ان لوگوں کی بات کو قبول نہیں کروں گا، اور ہرگز یزید کی بیعت نہیں کروں گا، یہاں تک کہ اپنے خون آلود چہرے کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں۔

ابو طاہر محمد بن حسین ترسی اپنی کتاب معالم الدین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (جب امام حسین علیہ السلام کا عمر بن سعد سے سامنا ہوا، اور جنگ شروع ہوئی تو خداوند نے حضرتؑ کی نصرت کے لئے آسمان سے فرشتوں کا ایک گروہ بھیجا، جو امامؑ کے سر کے اوپر پرواز کرنے لگے۔ اس کے بعد حضرتؑ کو دو امروں میں سے کسی ایک کے انتخاب کرنے پر اختیار دیا گیا۔ یا فرشتے ان کی نصرت کریں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیں یا شہید ہو جائیں، لیکن امام علیہ السلام نے شہادت کو ترجیح دی۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا:

﴿اَمـا مِنْ مُغِيثٌ يُغِيثُنَا لِوَجْهِ اللّٰهِ اَما مِنْ ذَابٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟﴾

ہے کوئی جو رضائے خدا کے لئے ہماری مدد کرے؟ ہے کوئی جو حرم رسول خداؐ سے دشمنوں کو دور کرے؟

حر کی توبہ

اسی اثناء میں حر بن یزید ریاحی عمر بن سعد کے پاس آئے اور کہنے لگے: کیا تم امام حسین علیہ السلام سے جنگ لڑو گے؟ عمر نے جواب دیا:

ہاں! خدا کی قسم ان سے جنگ ضرور ہوگی جس میں سب سے آسان کام سروں اور ہاتھوں کو جسموں سے جدا کرنا ہوگا۔

حر نے جب یہ گفتگو سنی تو اپنے لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشے میں بیٹھے، اور کانپنے لگے۔

مہاجر بن اوس نے حر سے کہا: اے حر تمہاری یہ حالت مجھے شک میں مبتلا کر رہی ہے۔ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ کوفیوں میں سے شجاع کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی کا نام نہ لوں گا۔ کس لئے کانپ رہے ہو؟ حر نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان پا رہا ہوں، لیکن خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو ترجیح نہ دوں گا۔ اگرچہ میرا جسم ٹکرے ٹکرے کر دیا جائے اور مجھے جلا دیا جائے۔ اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں روانہ ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر رکھ کر کہنے لگے:

خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ قبول فرما لے، کیونکہ میں نے تیرے دوستوں اور تیرے پیغمبرؐ کی دختر کی اولاد کو ڈرایا۔ اس کے بعد حُر نے امامؑ کی خدمت میں پہنچ کر دست بستہ عرض کی: میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں وہ شخص ہوں کہ جس نے آپ پر سختی کی اور آپ کو مدینہ واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر سخت گیری کریں گے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا، نیچے اتر آؤ۔ حر نے کہا: اترنے سے بہتر یہ ہے کہ اسی حالت میں، میں آپ کی نصرت میں لڑوں، آخرکار گھوڑے سے اترنا ہی ہے، کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں کہ جس نے آپ کا راستہ روکا۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں ہی وہ پہلا شخص قرار پاؤں کہ جو آپ کی راہ میں مارا جاؤں۔ شاید میرا شمار ان لوگوں میں ہو جو روزِ قیامت آپ کے جدامجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سے مصافحہ کریں گے۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ حر کا مقصد یہ تھا کہ میں اس وقت کا پہلا شہید قرار پاؤں، ورنہ اس سے پہلے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہو چکی تھی۔ جیسا کہ یہ روایات میں ملتا ہے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اسے اجازت دی، حر نے جنگ کرنا شروع کی، اور ایسے دلیرانہ حملے کئے کہ بڑے بڑے شجاع اور دلیروں کی جماعت کو تہہ تیغ کیا، کچھ ہی دیر بعد آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اس کی لاش کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا۔ تو حضرتؑ نے حر کے چہرہ سے گرد وغبار کو صاف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَنْتَ الْحُرُ كَمَا سَمَّتْكَ اُمُّكَ حُراً فِيْ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ تم آزاد مرد ہو دنیا وآخرت میں کہ جس طرح تیری ماں نے تیرا نام حر رکھا ہے۔

بریر بن خضیر

راوی کہتا ہے: اسی دوران ایک زاہد و عابد شخص کہ جن کا نام بریر بن خضیر تھا۔ وہ میدان میں نکلا اور اس کے مقابلے کے لئے یزید بن معقل میدان میں آیا، اور پھر دونوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ ایک دوسرے سے مباہلہ کریں، اور خدا سے دعا مانگیں کہ جو

بھی باطل پر ہے خدا اسے دوسرے کے ہاتھوں مارے۔ اس کے بعد وہ جنگ لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ بریر نے اسے قتل کر دیا اور جنگ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

وھب بن جناح کلبی

ان کے بعد وھب بن جناح کلبی میدان کارزار کی طرف آئے۔ دشمن پر کئی زبردست حملے کئے۔ اس کے بعد اپنی ماں اور زوجہ کے پاس واپس آئے جو کربلا میں موجود تھیں۔ ماں سے عرض کی: اے ماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہیں۔

ماں نے جواب دیا: نہیں! میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید نہ ہو جاؤ۔

اس کی بیوی نے کہا: تمہیں خدا کا واسطہ مجھے بیوہ نہ کرو۔ یہ سن کر اس کی ماں نے کہا: اس کی بات مت سنو، واپس چلے جاؤ اور پیغمبرؐ کے نواسے پر اپنی جان قربان کرو، تاکہ روزِ قیامت تجھے ان کے جدامجد کی شفاعت نصیب ہو۔

وھب دوبارہ میدانِ جنگ کی طرف لوٹے، اور جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ جسم سے جدا ہو گئے تو اس کی بیوی چوب خیمہ لے کر اس کی طرف بڑھی اور کہہ رہی تھی: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ حرم اہل بیت رسول خداؐ کی نصرت میں جنگ کرو۔ چنانچہ وھب اس کی طرف آیا تاکہ اسے خیمہ کی طرف لوٹائے لیکن اس کی بیوی نے اس کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ کر کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تجھے اہل بیتؑ کی نصرت کرنے کی جزا دے۔ خیمہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ وھب کی بیوی واپس آ گئی۔ وھب نے جنگ کی، یہاں تک کہ

وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔

مسلم بن عوسجہ

ان کے بعد مسلم بن عوسجہ میدان میں آ کر دشمن سے نبرد آزما ہوئے، اور بڑی شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے رہے، یہاں تک گھوڑے سے گر پڑے۔ ابھی جسم میں جان باقی تھی کہ امام حسین علیہ السلام ان کے پاس پہنچے، حبیب ابن مظاہر بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے مسلم! خدا تمہاری بخشش فرمائے۔ اس کے بعد اس آیۂ شریفہ کی تلاوت فرمائی:

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا﴾

ترجمہ: ان میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض شہادت کے منتظر ہیں، اور انہوں نے خدا کے عہد کو تبدیل نہیں کیا۔

حبیبؓ نے آگے بڑھ کر کہا: اے مسلم! تمہارا شہید ہونا مجھ پر بہت ہی سخت ہے، لیکن تمہیں جنت کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مسلم نے نحیف آواز کے ساتھ جواب دیا خدا تم کو خیر کی بشارت دے۔

حبیب نے کہا: اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ میں بھی تمہارے بعد شہید ہو جاؤں گا تو تم سے کہتا کچھ وصیت کرو۔

مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کی نصرت میں کمی نہ کرنا۔

حبیب نے کہا: میں تمہاری وصیت پر عمل کروں گا اور تمہاری آرزو کو پورا کروں گا۔ اس کے بعد مسلم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمرو بن قرطہ انصاری

اس کے بعد عمرو بن قرطہ انصاری امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرتؑ نے اجازت دی۔ عمرو نے شہادت کی آرزو کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں ایسی جنگ کی کہ ابن زیاد کے بہت سے فوجیوں کو فی النار کیا، اور جو تیر بھی امامؑ کی طرف آتا، اس کے سامنے اپنے ہاتھوں کو سپر بنا لیتے۔ ہر تلوار کو اپنے سینے پر روکتے، جب تک ان کے دم میں دم رہا کوئی بھی تکلیف نواسہ رسول کو نہ پہنچنے دی، اور جب ان کا جسم زخموں سے چور چور ہوگیا تو اس نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ کیا میں نے اپنا وعدہ کو وفا نہیں کیا؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں، تم مجھ سے پہلے بہشت میں جاؤ گے، میرا سلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا، اور کہنا کہ حسین علیہ السلام بھی میرے بعد آرہے ہیں۔ چنانچہ عمرو نے پھر جنگ شروع کی، اور شہید ہوگیا۔

جون سیاہ غلام اور اس کی جنگ

اس کے بعد جناب ابوذرؓ کا حبشی غلام جون امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: میں تمہیں اس سرزمین سے جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم اپنی جان کی حفاظت کرو، کیونکہ تم ہمارے ساتھ آئے تھے تاکہ خوشی و عافیت ملے، اب اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو۔

جون نے عرض کی: اے فرزند پیغمبرؐ! میں خوشی و مسرت کے زمانے میں تو آپ کے ساتھ رہوں، اور جب آپ پر مشکل وقت آ پہنچا ہے تو آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں!

﴿انَّ ریحتی لمنتن و ان حسبی للئیم و لونی لاسود﴾۔

خدا کی قسم اگر چہ میرا جسم بدبودار ہے، میرا حسب نسب پست اور میرا رنگ سیاہ ہے، لیکن آپ مجھ پر احسان فرمائیں اور مجھے جنت کی جاودانی زندگی سے بہرہ مند فرمائیں، تاکہ میرا جسم خوشبودار ہو جائے۔ میرا حسب ونسب شریف اور میرا چہرہ نورانی ہو جائے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آپ سے دور نہیں ہوں گا، جب تک میرا سیاہ خون آپ کے پاک خون کے ساتھ غلطان نہ ہو جائے۔ اس کے بعد جون نے جنگ کرنا شروع کی، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہادت کی عظیم منزل پر فائز ہو گئے۔

عمرو بن خالد صیداوی

ان کے بعد عمرو بن خالد صیداوی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یا ابن رسول اللہؐ! میری جان آپ پر قربان ہو، میں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ انصار میں شامل ہو جاؤں، اور آپ کو اہل بیت اطہارؑ کے درمیان بے یار و مددگار قتل ہوتے نہ دیکھوں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ، ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے آملیں گے۔ عمرو دشمن پر حملہ آور ہوئے، اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن سعد شامی

اس اثنا میں حنظلہ بن سعد شامی امام حسین علیہ السلام کے سامنے ایسی حالت میں آئے کہ اس نے اپنے سینہ کو تلواروں، نیزوں اور تیروں کے بالمقابل سپر بنا رکھا تھا، آپ سپاہِ کوفہ سے مخاطب ہوئے، آیات عذاب کو سپاہ ابن زیاد پر تلاوت کیا، اور انہیں عذابِ خداوند تعالیٰ سے خوف دلایا۔

ان آیات کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! مجھے خوف ہے کہ خدا کا عذاب

کہیں تم پر بھی نازل نہ ہو جائے کہ جس طرح گزشتہ قوموں پر نازل ہوا تھا، جیسے قوم نوح، قوم عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر عذاب نازل ہوا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اے قوم! میں تمہارے بارے میں روزِ قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ تم اپنے چہرے جہنم کی طرف موڑے ہوئے جا رہے ہو گے، اور کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمہیں خدا کے عذاب سے بچا لے۔ اے لوگو! حسین علیہ السلام کو قتل نہ کرو، ورنہ خدا تم پر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ جس سے تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور وہ شخص گھاٹے میں ہے جو خداوند متعال پر بہتان باندھے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا اور اپنی آرزو کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی: کیا ہم اپنے خالق کی طرف لوٹ نہ جائیں اور اپنے بھائیوں سے ملاقات نہ کریں؟ امامؑ نے فرمایا: جاؤ اس طرف جو اس دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہے، اور اس بادشاہی کی طرف جاؤ جسے کبھی زوال نہیں۔ حنظلہ میدان میں آئے اور بڑی شجاعت سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

نمازِ ظہر عاشورا

جیسے ہی نماز ظہر کا وقت ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ چند اصحاب کے ساتھ ان کے سامنے صف بنا کر کھڑے ہوں چنانچہ امامؑ نے دیگر چند اصحاب کے ساتھ نمازِ ظہر جماعت کے ساتھ ادا کی۔

اسی اثنا میں دشمن نے امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر برسانا شروع کیے۔ سعید بن عبداللہ آگے بڑھے اور امام حسین علیہ السلام کے مقابل کھڑے ہو کر تیروں کو اپنے سینے سے روکنے لگے، یہاں تک کہ تیر کھاتے کھاتے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اس

حالت میں وہ کہہ رہے تھے کہ خدایا اس ظالم قوم پر قوم عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما، اور میرا سلام اپنے پیغمبرؐ کو پہنچا اور انہیں میرے جسم پر لگے زخموں سے مطلع فرما، کیونکہ میرا مقصد تیرے پیغمبرؐ کی ذریت کی نصرت کرنا، اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے، اور یہ کلمات کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ چنانچہ جس وقت سعید بن عبداللہ کے زخمی جسم کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں، نیزوں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیروں کے پھل بدن میں پیوست پائے گئے۔

سوید بن عمرو بن ابی مطاع

اس کے بعد سوید بن عمرو بن ابی مطاع جو کہ ایک شریف النفس اور کثیر الصلوٰۃ شخص تھے، میدان میں آئے، اور شیر کی طرح جنگ میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے شدید سختیوں اور مشکلات میں کافی صبر کیا، یہاں تک کہ زخموں کی تاب نہ لا کر مقتولین کے درمیان گر پڑے۔ وہ ایسی حالت میں تھے کہ ان میں کوئی حرکت دیکھی نہیں جاسکتی تھی۔ اسی اثناء میں انہوں نے ابن زیاد کے سپاہیوں کو یہ کہتے سنا کہ حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ اس خبر کے سننے سے سوید بے تاب ہوئے اور اپنے جوتے سے خنجر نکال کر دوبارہ جنگ لڑنے میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

راوی کہتا ہے: امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ان کی نصرت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے، کہ جس کو شاعر اس طرح بیان کرتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ایسے شجاع انسان تھے کہ جب انہیں مصیبت کو دفع کرنے کے لئے پکارا جاتا کہ جن کے مقابل دشمنوں کے گروہ پوری طرح مسلح تھے ایسے خطرناک وقت میں وہ اپنی زرہوں کو اپنے سینوں پر سجاتے اور اپنے آپ کو موت

کے منہ میں دھکیلتے تھے۔

شہادتِ علی اکبرؑ

جب امام حسین علیہ السلام کے باوفا ساتھیوں کے بدن کے ٹکڑے ہو گئے، اور سب خاک کربلا پر سو گئے، اہل بیتؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو اس وقت حضرتؑ کے فرزند علی بن الحسینؑ کہ جن کا چہرہ تمام لوگوں سے خوبصورت تھا اور جن کا اخلاق سب سے اعلیٰ تھا، اپنے باپ کی خدمت میں آئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ امام حسین علیہ السلام نے بلا جھجک آپؑ کو اذن دے دیا۔ ﴿ثُمَّ نَظَرَ اِلَیْهِ نَظَرَ آیِسٍ مِنْهُ﴾ اس کے بعد حسرت بھری نگاہ ان کے وجود پر ڈالی، اور بے اختیار آنسو چہرے پر جاری ہو گئے اور کہا:

﴿اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰی هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَیْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَ خُلُقًا وَ مَنْطِقًا بِرَسُوْلِکَ وَ کُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰی نَبِیِّکَ نَظَرْنَا اِلَیْهِ﴾۔

خداوندا! گواہ رہنا کہ اب میں ایسے جوان کو اس قوم ظالم کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جو صورت، سیرت اور گفتار میں تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ شباہت رکھتا ہے، اور جب کبھی ہم پیغمبرؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تو اس جوان کو دیکھ لیتے اس کے بعد عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے کہا: ﴿یَابْنَ سَعْدٍ قَطَعَ اللّٰهُ رَحِمَکَ کَمَا قَطَعْتَ رَحِمِی﴾ اے سعد کے بیٹے! خدا تیری نسل کو ختم کرے جس طرح تو نے میری نسل اس جوان سے ختم کی۔ اس وقت علی بن الحسین دشمن کے نزدیک پہنچے اور جنگ کی، اور بہت سخت لڑائی کی اور کثیر تعداد میں دشمن کو قتل کیا، اور پھر اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

﴿یَا اَبَةَ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِیْ وَ ثِقْلُ الْحَدِیْدِ قَدْ اَجْهَدَنِیْ فَهَلْ اِلٰی شَرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ سَبِیْلٌ؟﴾

اے بابا جان! پیاس نے مجھے مار ڈالا، اور اسلحہ کے بوجھ نے تھکا دیا، کیا تھوڑا سا پانی ممکن ہے جو مجھے پیاس سے نجات دے۔

امام حسین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا: میرے پیارے بیٹے واپس چلے جاؤ۔ ذرا دیر جنگ کرو، کیونکہ وہ وقت قریب آچکا ہے کہ تم اپنے جد بزرگوار حضرت محمدؐ سے ملاقات کرو، اور ان کے دست مبارک سے ایسا جام کوثر پیو جس کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

علی اکبرؑ دوبارہ میدان میں بڑی فداکاری کے ساتھ آئے اور آرزوئے شہادت دل میں لئے ہوئے بہت شدت سے دشمن پر یلغار کی، اچانک منقد بن مرہ عبدی لعنۃ اللہ نے ایسا نیزہ مارا کہ جس کے لگنے سے لڑنے کی طاقت ختم ہوگئی، زمین پر گر پڑے اور فریاد کی:

﴿یَا اَبَتَاهُ عَلَیْکَ مِنِّی السَّلَامُ هٰذَا جَدِّیْ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ لَکَ عَجِّلِ الْقُدُوْمَ اِلَیْنَا﴾

بابا جان! آپ پر میرا آخری سلام، خدا حافظ۔ یہ میرے جد بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرما رہے ہیں: اے حسین جلدی ہمارے پاس آجاؤ۔

امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے سرہانے بیٹھ گئے۔ ﴿وَ وَضَعَ خَدَّهٗ عَلٰی خَدِّهٖ﴾ اور اپنا رخسارہ علی اکبرؑ کے رخسار پر رکھ کر فرمایا: ﴿قَتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا قَتَلُوْکَ﴾ پیارے بیٹے خدا اس قوم کو ہلاک کرے، جس نے تمہیں قتل کیا۔

یہ قوم خدا پر کتنی گستاخ اور حرمت رسول خداﷺ کو پامال کرنے والی ہے۔ ﴿عَلَی الدُّنیَا بَعْدَکَ الْعَفَا﴾ اے میری آنکھوں کے نور تیرے بعد اس دنیا پر خاک ہو۔

راوی کہتا ہے: حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیموں سے باہر آئیں اور میدان کی طرف چلیں اور دردناک آواز میں کہہ رہی تھی: ﴿یَا حَبِیْبَاهُ یَا ابْنَ اَخَاهُ﴾ جب بھتیجے کی لاش پر پہنچیں تو خود کو اکبرؑ کی لاش پر گرا دیا جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام آئے اور ان کو مستورات کے خیمے میں لے گئے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ ایک دوسرے کے بعد میدان میں جاتے رہے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک جماعت سپاہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل ہوگئی۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے آواز دی: اے میرے چچازاد، بھائیو اور اے میرے اہل بیتؑ صبر کرو۔ خدا کی قسم آج کے بعد ہرگز ذلت وخواری نہیں دیکھو گے۔

شہادتِ حضرت قاسمؑ

راوی کہتا ہے: ایک ایسا تیرہ سالہ نوجوان میدان میں آیا کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا، اس نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ ابن فضیل ازدی نے اس کے سر پر تلوار ماری، اور اس کے سر کو شگافتہ کر ڈالا، اس نے زمین پر گرتے ہوئے، آواز دی: یا عماہ!۔

امام حسین علیہ السلام شکاری باز کی طرح بہت تیزی کے ساتھ میدان میں آئے اور غضبناک شیر کی طرح اس سپاہ پر حملہ کیا، اور اپنی تلوار سے ابن فضیل پر وار کیا، اور اس نے اپنے ہاتھ کو ڈھال بنایا اور اس کا ہاتھ کہنی سے جدا ہوگیا، اور اس نے فریاد کی، جو اس کے لشکر والوں نے سنی، اتنے میں لشکر کوفہ نے حملہ کیا تا کہ اسے بچالیں لیکن وہ گھوڑوں کی

ٹاپوں سے کچلا گیا۔

راوی کہتا ہے: جب گرد و غبار زمین پر بیٹھ گئی تو میں نے دیکھا حسین علیہ السلام اس جوان کے سرہانے کھڑے ہیں، اور وہ جان کنی کے عالم میں اپنے پاؤں کو زمین پر رگڑ رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿بُعْدًا لِقَوْمٍ قَتَلُوکَ وَ خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ جَدُّکَ وَ اَبُوکَ﴾

رحمت خداوندی سے محروم رہیں وہ لوگ، جنہوں نے تمہیں قتل کیا، اور قیامت کے روز تیرے قاتلوں کے دشمن تیرے جد بزرگوار اور تیرے باپ ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿عَزَّ وَاللّٰهِ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوَهُ فَلَا یُجِیبُکَ اَوْ یُجِیبُکَ فَلَا یَنْفَعُکَ صَوْتُهُ﴾

خدا کی قسم یہ وقت تیرے چچا پر بہت سخت ہے کہ تو اسے پکارے اور وہ جواب نہ دے یا جواب دے جو تیرے لئے فائدہ مند نہ ہو۔ خدا کی قسم آج وہ دن ہے کہ تیرے چچا کے دشمن زیادہ اور مددگار کم ہیں۔ اس کے بعد اس جوان کی لاش کو اپنے سینہ سے لگایا، اور اہل بیتؑ کے شہداء کے درمیان لے گئے اور زمین پر رکھ دیا۔

جب امام حسین علیہ السلام کے تمام جاں نثار شربت شہادت نوش کر چکے، تو آپ راہِ خدا میں جانبازی اور شہادت کے لئے تیار ہوئے اور بلند آواز میں فرمایا:

﴿هَلْ مِنْ ذَابٍّ یَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ یَخَافُ اللّٰهَ فِینَا؟ هَلْ مِنْ مُغِیثٍ یَرْجُوا اللّٰهَ بِاِغَاثَتِنَا؟﴾

کیا کوئی ہے کہ جو دشمنوں کو حرم رسول اللہؐ سے دور کرے؟ کیا کوئی خدا پرست

ہے جو ہمارے حق میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو خدا کی خاطر ہماری مدد کرے؟ یہ کلام مستورات نے سنا تو بلند آواز سے رونے لگیں۔

شہادت طفل شیر خوار

امام حسین علیہ السلام خیمے کے دروازے پر آئے اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

﴿نَاوِلِيْنِيْ وَلَدِيَ الصَّغِيْرَ حَتّٰى اُوَدِّعَهُ﴾ میرا ننھا اصغر مجھے دے دو، تاکہ اس کو وداع کروں۔ بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور چاہتے تھے کہ اسے بوسہ دیں کہ اچانک حرملہ بن کاھل اسدی لعنہ اللہ نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر اس معصوم کے حلق پر جا لگا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اس بچہ کو لے لو اور پھر اپنا ہاتھ اس کے گلے کے نیچے لے جاتے، اور جب آپ کے ہاتھ خون سے بھر جاتے تو آسمان کی طرف پھینک کر فرماتے یہ مصائب مجھ پر آسان ہیں، کیونکہ یہ خدا کی راہ میں ہیں اور خدا دیکھ رہا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ خون جو امام حسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف پھینکا اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ آیا۔

فداکاری و شہادت قمر بنی ہاشمؑ

راوی کہتا ہے: جب پیاس کا امام حسین علیہ السلام پر غلبہ ہوا تو آپ اپنے بھائی عباس علیہ السلام کے ہمراہ نہر فرات پر تشریف لائے۔ ابن سعد کے سپاہی حرکت میں آ گئے، اور ان کا راستہ روک لیا۔ قبیلہ بنی دارم کے ایک شخص نے ان کی طرف تیر پھینکا جو حضرتؑ

کے (دھن اقدس پر) جا لگا۔ امام حسین علیہ السلام نے تیر کو کھینچا، اور خون چلو میں لیا، اور جب چلو بھر گیا تو اسے پھینک کر فرمایا: خداوندا میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔ ان لوگوں کے ان مظالم کی جو انہوں نے تیرے پیغمبرؐ کے بیٹے پر کئے ہیں۔ اس کے بعد فوجوں نے عباسؑ اور حسین علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی، اور عباسؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا، یہاں تک کہ انہیں شہید کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام ان کی شہادت پر بہت روئے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پر شاعر کہتا ہے:

ترجمہ:۔ سب سے زیادہ روئے جانے کے وہ مستحق ہیں جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی مصیبت پر رلایا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے بھائی اور ان کے باپ کے بیٹے یعنی ابوالفضل ہیں، جو خون میں غلطان تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وفا داری کی، اور کوئی چیز اس کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ فداکاری سے منحرف نہ کر سکی، اور پیاس کی حالت میں آپ فرات پر پہنچے اگرچہ امام حسین علیہ السلام پیاسے تھے مگر پانی نہ پیا۔

شجاعتِ امام حسین علیہ السلام

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے لشکر کو جنگ کے لئے طلب کیا، اور جو شخص ان کے مقابلے میں آتا تھا اسے قتل کر دیتے، یہاں تک کہ کثیر تعداد کو قتل کیا اس وقت فرما رہے تھے:

﴿اَلْمَوْتُ اَوْلٰی مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ وَ الْعَارُ اَوْلٰی مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ﴾

قتل ہونا (بیعت یزید کی) شرمندگی سے بہتر ہے۔

اور (قتل ہونے کی) شرمندگی جہنم میں جانے سے بہتر ہے۔

ایک راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ہرگز میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کا

دشمن کی فوجوں نے احاطہ کر رکھا ہو، اس کی اولاد اور مددگاروں کو قتل کر دیا گیا ہو، اور اس حال میں امام حسین علیہ السلام سے زیادہ شجاع ہو۔ جس وقت دشمن کے لشکر ان پر حملہ کرتے تو وہ تلوار نکال کر ان پر حملہ آور ہوتے تھے، اور دشمن ان بھیڑ بکریوں کی طرح دوڑتے تھے جو بھیڑیئے کے خوف سے بھاگتی ہیں، حضرتؑ جس جماعت سے برسر پیکار تھے ان کی تعداد تیس (۳۰,۰۰۰) ہزار تھی، اور اس کے بعد حضرتؑ اپنی مرکزی جگہ پر واپس آجاتے تھے۔ اور فرماتے:

﴿لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰہِ﴾

امام علیہ السلام مسلسل ان سے جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ دشمنوں کے لشکر خیموں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے، تو امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز میں فریاد کی:

﴿وَیْلَكُمْ یَا شِیْعَةَ آلِ اَبِیْ سُفْیَانَ اِنْ لَمْ یَكُنْ لَكُمْ دِیْنٌ وَ كُنْتُمْ لاَ تَخَافُوْنَ الْمَعَادَ فَكُوْنُوْا اَحْرَارًا فِیْ دُنْیَاكُمْ﴾

وائے ہو تم پر اے آل ابوسفیان کے ماننے والو! اگر تم دیندار نہیں ہو، اور قیامت کے دن سے نہیں ڈرتے تو کم از کم اپنی دنیا میں تو آزاد بن کر رہو۔ شمر نے کہا: اے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے فرزند کیا کہتے ہو؟ امام علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اُقَاتِلُكُمْ وَ قَاتِلُوْنِیْ وَالنِّسَاءُ لَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ﴾

میں تم سے جنگ کر رہا ہوں، اور تم مجھ سے جنگ کرو۔ عورتوں کا تو کوئی قصور نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے سرکش، نادان اور ظالم میرے حرم کے قریب نہ جائیں۔

شمر نے کہا: ہم یہ بات قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد فوجیں آپ سے جنگ کرنے، اور آپ کو شہید کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان پر حملہ

کیا۔ انہوں نے بھی حضرتؑ پر حملہ کیا۔ اس موقع پر امام حسینؑ ان سے پانی مانگتے تھے، لیکن وہ انکار کرتے تھے، یہاں تک کہ بہتر (۷۲) زخم آپ کے جسم مبارک پر لگے۔ ﴿فَوَقَفَ يَسْتَرِيحُ سَاعَةً وَ قَدْ ضَعُفَ عَنِ الْقِتَالِ﴾ جنگ سے تھک گئے تو ایک لحظہ آرام کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آرام کرنے کے لئے کھڑے تھے کہ ایک پتھر حضرتؑ کی پیشانی پر لگا، اور خون جاری ہو گیا۔ عبا کے دامن سے اپنی پیشانی کا خون صاف کرنا چاہتے تھے، کہ اچانک زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا، اور حضرتؑ کے قلب اطہر میں جا لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾

اس کے بعد آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: خداوندا تو جانتا ہے کہ یہ لشکر اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس کے علاوہ روئے زمین پر کوئی نبی کا نواسہ نہیں۔ اس کے بعد تیر کو پشت کی طرف سے باہر نکالا اور خون فوارے کی مانند جاری ہوا، اور اس کے اثر سے لڑنے کی طاقت ختم ہو گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے بڑھتا، وہ فوراً پیچھے ہٹ جاتا تا کہ حسینؑ کا خون اپنی گردن پر نہ لے، یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شخص مالک بن یسیر آگے بڑھا، اور اس نے تلوار سے حضرتؑ کے سر پر حملہ کیا، تلوار نے حضرتؑ کے عمامے کو پارہ پارہ کر دیا اور حضرتؑ کا عمامہ خون سے بھر گیا۔

امام حسینؑ نے رومال طلب کیا اور سر پر باندھا۔ ٹوپی طلب کی، اس کو سر پر رکھا، عمامہ سر پر باندھا، لشکر ابن زیاد تھوڑی دیر کے لئے رُکا، اور دوبارہ واپس آ گیا۔ امام حسینؑ کو نرغہ میں لے لیا۔

شہادت عبداللہ بن الحسنؑ

عبداللہ بن الحسنؑ بن علیؑ جو ابھی نابالغ تھے، مستورات کے خیموں سے باہر آئے، اور امام حسین علیہ السلام کی طرف تیزی سے بڑھے، اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان کو روکنا چاہا، لیکن بچے نے سختی سے انکار کیا، اور کہا: خدا کی قسم میں اپنے چچا سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔

اس وقت ابجر بن کعب اور ایک قول کے مطابق حرملہ بن کاھل لعنۃ اللہ علیہما نے امام حسین علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کرنا چاہا، اس بچے نے کہا: وای ہو تجھ پر اے حرام زادے کیا میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے؟

لیکن اس حرام زادے نے امام حسین علیہ السلام پر تلوار سے حملہ کیا، بچے نے اپنا ہاتھ تلوار کے آگے بڑھا دیا، بچے کا ہاتھ کٹ گیا، اور اس کی آواز بلند ہوئی، یا عماہ! امام حسین علیہ السلام نے اس کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا:

بھتیجے تم پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس پر صبر کرو، اور خدا سے طلب خیر کرو، خدا تمہیں تمہارے سلف صالح سے ملحق فرمائے۔ اچانک حرملہ بن کاھل نے ایک تیر مارا، اور اسے اپنے چچا حسین علیہ السلام کے دامن میں ہی شہید کر دیا۔

اس کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے خیموں پر حملہ کیا اور اس نے اپنے نیزے سے سوراخ کر دیا، اور کہا: آگ لے آؤ تا کہ ان خیموں کو جلا دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اے ذی الجوشن کے بیٹے! تو آگ مانگتا ہے کہ میرے اہل بیتؑ کے خیموں کو جلائے۔ خدا تجھے جہنم کی آگ میں جلائے۔ شبث آیا اور شمر کے اس عمل پر مذمت کرنے لگا جس کے نتیجے میں شمر کو حیا آ گئی، اور وہ اس عمل سے باز آیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایسا لباس لاؤ جس کی کوئی قیمت نہ ہو اور کوئی اس

میں رغبت نہ کرے تا کہ میں اپنے لباس کے نیچے اسے پہنوں، اور میرا بدن برہنہ نہ ہو۔ ایک تنگ لباس حضرت کی خدمت میں لایا گیا۔ فرمایا: یہ لباس مجھے نہیں چاہیئے، یہ لباس ذلیل لوگوں کا ہے، پھر ایک پُرانا لباس لیا اور اس کو جگہ جگہ سے چاک کر کے لباس کے نیچے زیب تن فرمایا:

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے ایک یمنی لباس طلب کیا، اور اس کو زیب تن فرمایا: لباس کو پارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرتؑ کی شہادت کے بعد دشمن حضرت کے بدن سے لباس نہ اتاریں، لیکن حضرتؑ کے قتل ہونے کے بعد اس لباس کو ابحر بن کعب نے حضرتؑ کے بدن سے اُتار لیا، اور امام حسین علیہ السلام کو برہنہ زمین پر چھوڑ دیا، لیکن اس عمل کے نتیجہ میں اس کے دونوں ہاتھ گرمی کے موسم میں خشک لکڑی کی طرح سوکھ جاتے تھے، اور سردی میں ان سے پیپ اور خون آتا تھا اور وہ اسی حالت میں ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے: زخموں کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کا بدن کمزور ہو چکا تھا، اور دشمن کے تیر حضرتؑ کے بدن اطہر پر اس طرح تھے جس طرح ساہی کا بدن کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔

صالح بن وھب مزنی نے حضرتؑ کے پہلو پر نیزہ مارا کہ حضرت گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ اس طرح گرے کہ دایاں رخسار زمین پر آ لگا۔ اس حال میں فرماتے تھے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ اس کے بعد زمین پر کھڑے ہو گئے۔ اسی موقعہ پر حضرت زینب سلام اللہ علیہا خیمے سے باہر آئیں اور بلند آواز سے فریاد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَا اَخَاهُ وَا سَيِّدَهُ وَا اَهْلَ بَيْتَاهُ﴾ اور کہتی تھیں:

﴿لَيتَ السَّمَاءُ اُطبِقَتْ عَلَى الْاَرْضِ وَ لَيتَ الْجِبَالُ تَدَكْدَكَتْ عَلَى السَّهْلِ﴾

اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اور پہاڑ آپس میں ٹکرا کر زمین پر گر پڑتے۔

اس وقت شمر نے اپنی فوج میں بلند آواز سے کہا: اب کیا انتظار ہے حسین علیہ السلام کا کام تمام کیوں نہیں کرتے؟ لشکر نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ زرعہ بن شریک نے امام حسین علیہ السلام کے بائیں شانے پر تلوار ماری، حضرتؑ نے بھی تلوار سے اس پر حملہ کیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ ایک دوسرے شخص نے امام حسین علیہ السلام کے کندھے پر تلوار ماری، حضرتؑ منہ کے بل زمین پر گر پڑے، اور پھر جب اٹھنا چاہا تو بڑی مشکل سے اٹھے، لیکن پھر شدید کمزوری کی وجہ سے زمین پر گر پڑتے۔ سنان بن انس نخعی نے امام حسین علیہ السلام کے گلے پر نیزہ مارا اور پھر باہر نکال لیا اور پھر حضرتؑ کے سینہ پر نیزہ مارا، پھر ایک تیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکا، اور وہ تیر حضرت کے گلے میں لگا جس کی وجہ سے زمین پر گر پڑے، پس اٹھے اور بیٹھ گئے اور تیر گلے سے نکالا، تو بہنے والے خون کو سر اور داڑھی پر ملتے ہوئے فرمایا: میں اسی حالت میں خدا سے ملاقات کروں گا کہ میرے حق کو غصب کیا گیا ہے۔

عمر بن سعد نے اپنے دائیں طرف کھڑے شخص سے کہا: وائے ہو تم پر! جلدی سے حسین (علیہ السلام) کو قتل کرو۔ خولی بن یزید اصبحی نے چاہا کہ سر کو امام حسین علیہ السلام کے بدن سے جدا کرے لیکن اس کا بدن لرزنے لگا، اور وہ واپس چلا گیا۔ سنان بن انس نخعی اترا، اور امام حسین علیہ السلام کے گلے پر تلوار ماری اور کہا خدا کی قسم میں آپ کے سر کو جدا کروں گا۔ جب کہ میں جانتا ہوں، کہ آپ فرزند پیغمبر ہیں، اور ماں باپ کی طرف شریف و نجیب انسان ہیں۔

اس کے بعد حضرتؑ کے سر اقدس کو بدن سے جدا کیا، اس مقام پر شاعر کہتا ہے:

فَـأَيُّ رَزِيَّةٍ عَـدَلَتْ حُسَيْنًـا غَـدَاةَ تَبِيْرُهُ كَفَّا سَنَانِ

تـرجمه: کون سی مصیبت ہے جو حسین علیہ السلام کی مصیبت کی برابری کر سکے کہ جس دن سنان بن انس کے نجس ہاتھوں نے حضرتؑ کو شہید کیا، اور سر اقدس کو بدن سے جدا کیا۔

ابو طاہر محمد بن حسن ترسی اپنی کتاب [معالم الدین] میں روایت کرتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو فرشتے فریاد کرتے ہوئے کہنے لگے: خدایا! حسین علیہ السلام تیرا خاص بندہ ہے، اور تیرے پیغمبرؐ کے نواسہ ہیں جن کو ان لوگوں نے شہید کیا ہے۔ خداوند کریم نے حضرت قائم امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہٗ الشریف کی تصویر انہیں دکھائی اور فرمایا: اس شخص کے ہاتھوں سے امام حسین علیہ السلام کا انتقام ان کے دشمنوں سے لوں گا۔

اور روایت میں ہے کہ سنان بن انس کو مختار نے گرفتار کیا اور اس کی انگلیوں کو جوڑ سے جدا کیا اور اس کے بعد اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو کاٹ دیا اور ایک دیگ میں زیتون کا تیل ڈال کر آگ پر رکھا جب وہ تیل ابلنے لگا تو سنان کو اس میں پھینک دیا اور وہ حرام زادہ حالت اضطراب میں رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت سیاہ رنگ کی آندھی چلی کہ جس کی وجہ سے آسمان پر اندھیرا چھا گیا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ لشکر نے یہ خیال کیا کہ ان پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ کچھ دیر یہی کیفیت رہی، یہاں تک کہ آندھی رک گئی۔

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات

ھلال بن نافع روایت کرتا ہے کہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں کھڑا تھا اچانک ایک شخص نے بلند آواز میں کہا اے امیر! تجھے بشارت ہو کہ شمر نے حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ میں لشکر کی صف سے نکل کر حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا، میں نے دیکھا کہ حضرتؑ جاں کنی کے عالم میں ہیں۔

﴿فَوَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ قَطُّ قَتِیْلاً مُضَمَّخًا بِدَمِہٖ اَحْسَنَ مِنْہُ وَ لَا اَنْوَرَ وَجْھًا لَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْھِہٖ وَ جَمَالُ ھَیْاَتِہٖ عَنِ الْفِکْرَۃِ فِیْ قَتْلِہٖ﴾

خدا کی قسم میں نے ہرگز ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا چہرہ خاک و خون میں غلطاں ہونے کے باوجود بھی اتنا نورانی ہو، ان کے نورانی چہرے کے جمال کی وجہ سے ان کے قتل ہونے سے غافل ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام اس حال میں پانی طلب کر رہے تھے۔

پس میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم تم پانی کا قطرہ نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ، اور وہاں گرم پانی سے سیراب ہو، امامؑ نے فرمایا: میں دوزخ میں نہ جاؤں گا، بلکہ اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں گا، اور ان کے ساتھ ان کے مکان میں رہوں گا، اور جام شیرین پیوں گا، اور وہ مظالم کہ جو تم نے مجھ پر کیے ہیں اس کی شکایت کروں گا۔ ھلال کہتا ہے کہ لشکر والے اس کلام کو سن کر اس قدر غضبناک ہوئے کہ گویا خدا نے ان کے دل میں رحم ڈالا ہی نہیں، اور اس حال میں کہ امام حسین علیہ السلام ان سے گفتگو کر رہے تھے ان کے بدنِ اطہر سے ان کے سر کو جدا کیا۔ مجھے ان کی بے رحمی پر تعجب ہوا، اور میں نے کہا: کسی کام میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

شہادت کے بعد کے حالات

اس کے بعد ابن سعد کے لشکر نے امام حسین علیہ السلام کو برہنہ کرنا شروع کر دیا۔ قمیص کو اسحاق بن حویہ حضرمی نے لوٹ لیا، اور جب اس نے یہ قمیص پہنی تو برص کی بیماری میں مبتلا ہوا، اور اس کے بدن کے تمام بال گر گئے۔ روایت میں ہے کہ حضرتؑ کی قمیص میں ایک سو انیس (۱۱۹) کے قریب تلوار، تیر اور نیزوں کے نشان تھے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کے بدن میں تینتیس (۳۳) نیزوں کے زخم اور چونتیس (۳۴) زخم تلواروں کے نمایاں تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی شلوار ابحر بن کعب تمیمی لے گیا۔ روایت میں ہے کہ پہننے کے بعد اس کی دونوں ٹانگیں شل ہوگئیں جس کی وجہ سے چلنے کے قابل نہ رہا۔

امام حسین علیہ السلام کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ لوٹ لے گیا۔ ایک قول کے مطابق جابر بن یزید اودی نے لیا، اور اسے سر پر باندھا تو پاگل ہوگیا۔

اور حضرتؑ کے جوتے اسود بن خالد لے گیا۔ انگوٹھی بجدل بن سلیم کلبی لے گیا، اس نے انگوٹھی کی خاطر حضرتؑ کی انگلی کو بھی کاٹ دیا۔ اس بجدل بن سلیم کو حضرت مختارؒ نے گرفتار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے، اور اسی حالت میں اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے خون میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ہلاک ہوگیا۔

امام حسین علیہ السلام کی مخملی چادر جو خز شہر سے تھی قیس بن اشعث نے لوٹی۔ حضرتؑ کی زرہ جس کا نام بتراء تھا عمر بن سعد لے گیا، اور جب عمر مارا گیا تو مختارؒ نے وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو بخش دی۔ امام حسین علیہ السلام کی تلوار جمیع بن خلق اودی اور ایک قول کے مطابق قبیلہ بنی تمیم کا ایک آدمی لے گیا جس کو اسود بن حنظلہ کہتے تھے۔ اور روایت ابن ابی سعد میں ہے کہ حضرتؑ کی تلوار فلافس نھشلی لے گیا، اور محمد بن زکریا اس روایت کو نقل

کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ وہ تلوار اس کے بعد حبیب بن بدیل کی بیٹی کو ملی۔

خیام کی تاراجی اور آتش زدگی

راوی کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک کنیز خیموں سے نکل آئی۔ ایک شخص نے اس سے کہا: تیرے آقا حسین (علیہ السلام) شہید کر دیے گئے۔ کنیز یہ سن کر بلند آواز میں بین کرتی ہوئی، مستورات کی طرف چلی گئی، اور تمام مستورات امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر، آہ و زاری کرنے لگیں، اس کے بعد فوجیں بڑی تیزی سے لوٹنے کے لئے داخل ہوگئیں۔ دخترانِ پیغمبرؐ خیموں سے نکلیں سبھی بلند آواز سے گریہ کر رہی تھیں، اور اپنے عزیزوں اور مددگاروں کی جدائی پر بین کر رہی تھیں۔

حمید بن مسلم روایت کرتا ہے کہ جب طائفہ بنی بکر بن وائل کی ایک عورت نے جو اپنے شوہر کے ساتھ عمر سعد کے لشکر میں تھی، دیکھا کہ اشقیاء خیموں کو تاراج کر رہے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر خیموں کی طرف آئی اور کہنے لگی: اے قبیلہ بکر بن وائل! کیا تم میں غیرت اور جوانمردی نہیں ہے کہ تم اس سرزمین پر موجود ہو، اور پیغمبرؐ کی بیٹیوں کی چادریں لوٹی جا رہی ہیں؟ اس کے بعد فریاد کرتے ہوئے کہا: ﴿لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ يَا لَثَارَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ اس عورت کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خیموں میں واپس لے گیا۔

راوی کہتا ہے: خیموں کو لوٹنے کے بعد ان میں آگ لگا دی گئی، اور مخدراتِ عصمت و طہارت برہنہ سر اور پا برہنہ اس حال میں خیموں سے روتی ہوئیں باہر آئیں کہ ان کی چادریں چھن چکی تھیں، قیدی بن کر چلیں اسی حال میں لشکر اشقیاء سے کہنے لگیں: تمہیں خدا کا واسطہ ہمیں شہداء کی لاشوں کے قریب سے لے چلو، جب مقتل

میں پہنچیں اور شہداء پر نگاہ پڑی تو سب نے بلند آواز سے رونا شروع کیا، اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں۔

جناب زینبؑ کا بھائی کی لاش پر گریہ

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے وہ بین کبھی فراموش نہیں کروں گا جو انہوں نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی لاش پر کیئے آپ غمناک انداز سے بین کرتیں تھیں۔

﴿یَا مُحَمَّدَاهُ صَلّٰی عَلَیْکَ مَلَائِکَةُ السَّمَاءِ هٰذَا حُسَیْنٌ مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ وَ بَنَاتُکَ سَبَایَا﴾

ترجمہ: یا محمداہ! اے جد بزرگوار آپؐ پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اور یہ آپ کا حسین علیہ السلام ہے کہ جو ریت پر اپنے خون میں غلطان ہے، اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اور یہ تیری بیٹیاں ہیں جو اسیر ہو چکی ہیں۔ میں ان مظالم پر خدا، محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہؑ، اور حمزہ سید الشہداءؑ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں۔ یا محمداہ! یہ آپ کا حسینؑ ہے کہ جو سرزمین کربلا پر برہنہ و عریان پڑا ہے اور بادِ صبا اس پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپ کا حسینؑ ہے جو حرام زادوں کے ظلم و ستم کی بنا پر قتل کیا گیا۔ واحزناہ واکرباہ! گویا آج کے دن میرے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے گئے ہیں۔

اے محمدؐ کے اصحاب! یہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے جن کو قیدیوں کی طرح قید کر کے لے جا رہے ہیں۔ دوسری روایت میں منقول ہے کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: یا محمداہ! آج آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں، اور بیٹے قتل ہوئے، اور بادِ صبا ان

کے بدن پر خاک ڈال رہی ہے۔ یہ آپ کا حسینؑ ہے جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا اور اس کا عمامہ اور چادر لوٹ لی گئی۔ میرے ماں، باپ قربان ہوں اس پر جس کے لشکر کو سوموار کے دن دو پہر کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ میرے ماں، باپ قربان ہوں اس پر جس کے خیموں کو جلا دیا گیا۔

﴿بِاَبِیْ مَنْ لاٰ غَائِبٌ فَیُرْتَجٰی وَلاٰ جَرِیْحٌ فَیُتَدَاوٰی﴾

میرے باپ اس پر قربان جس کا وجود ایسا نہیں جس کے واپس آنے کی امید کی جا سکے اور جس کے زخم ایسے نہیں کہ جن کا علاج کیا جا سکے۔ میرے ماں، باپ اس پر قربان جس پر میں خود بھی فدا ہونا پسند کرتی تھی۔

﴿بِاَبِی الْمَهْمُوْم حَتّٰی قَضٰی بِاَبِی الْعَطْشَان حَتّٰی مَضٰی﴾

میرے ماں، باپ اس پر قربان کہ جس کا دل غم وغصہ سے بھرا ہوا تھا، اور اسی حال میں دنیا سے چلا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر جس کو تشنہ لب شہید کر دیا گیا۔ میرے ماں، باپ فدا اس پر جس کے جدامجد حضرت محمد مصطفٰیؐ پیغمبرؐ خدا ہے۔ ﴿بِاَبِی مَنْ هُوَ سِبْطُ نَبِیِّ الْهُدٰی بِاَبِی مُحَمَّدٍ مُصْطَفٰی بِاَبِی خَدِیْجَةَ الْکُبْرٰی بِاَبِی عَلِّی الْمُرْتَضٰی بِاَبِی فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَیِّدَةِ النِّسَاءِ بِاَبِی مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ حَتّٰی صَلّٰی﴾۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم جناب زینب سلام اللہ علیہا کے آہ وبکاء نے دوست و دشمن سب کو رلا دیا۔

اس کے بعد جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اپنے باپ کی لاش سے لپٹ گئیں۔ ایک گروہ عرب کا آیا، اس نے سکینہؑ کو باپ کی لاش سے جدا کیا۔

اس کے بعد عمر بن سعد نے اپنی فوج میں اعلان کیا: کون ہے جو حسین (علیہ السلام)

کے بدن پر گھوڑے دوڑائے۔ دس (۱۰) آدمیوں نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا، ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ اسحاق بن حربہ (کہ جس نے حضرتؑ کی قمیص چھینی تھی)

۲۔ اخنس بن مرثد۔ ۳۔ حکیم بن طیفل سبنی۔

۴۔ عمر بن صبیح صیدادی۔ ۵۔ رجاء بن منقذ۔

۶۔ سالم بن خثیمہ جعفی۔ ۷۔ واحظ بن ناعم۔

۸۔ صالح بن وھب جعفی۔ ۹۔ ھانی بن شبث حضرمی۔

۱۰۔ اسید بن مالک (لعنھم اللہ)

خدا ان سب پر لعنت کرے جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کے بدنِ اطہر کو اس طرح گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا، آپؑ کے سینے اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔

یہ دس آدمی کوفہ میں آ کر ابن زیاد کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

اسید بن مالک سے جو انہی میں سے تھا، ابن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا: ہم وہ افراد ہیں جنھوں نے بدنِ حسین علیہ السلام پر گھوڑے دوڑائے اور ان کے سینے اور پشت کی ہڈیوں کو چور چور کر ڈالا۔ ابن زیاد نے ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی، اور انہیں بہت کم انعام دیا۔ ابو عمرو زاھد کہتا ہے کہ میں نے ان دس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ سب کے سب حرام زادے تھے۔

ان دس آدمیوں کو جناب مختارؒ نے پکڑا کہ ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں لگا کر زمین پر گاڑ دیا، اور حکم دیا کہ ان پر گھوڑے دوڑائے جائیں، یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئے۔

لشکر کوفہ پر عذاب

ابن ریاح روایت کرتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے دن کربلا میں حاضر تھا۔ کسی نے اس سے نابینا ہونے کی وجہ پوچھی، تو اس نے جواب دیا کہ ہم دس آدمی باہم امام حسین (علیہ السلام) کے قتل کرنے کے لئے کربلا میں آئے لیکن میں نے تلوار اور نیزے سے لڑائی نہیں کی۔ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو اپنے گھر واپس آیا اور نمازِ عشاء پڑھ کر سو گیا اور عالم خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ بلا رہے ہیں۔ اٹھو اور تعمیل کرو، میں نے کہا: مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے کیا کام؟ وہ شخص میرا گریبان کھینچتے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس لے گیا۔ میں نے پیغمبر خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ کو صحراء میں بیٹھا ہوا دیکھا، اور آپؐ کی آستین الٹی ہوئی تھیں، ہاتھ میں ایک ہتھیار تھا، اور ایک فرشتہ ان کے سامنے کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک (ہتھیار) آگ کا تھا۔ وہ میرے نو (۹) ساتھیوں کو قتل کر چکا تھا، اور جس کو بھی ضرب لگاتا تھا، اس کو سر سے پاؤں تک آگ گھیر لیتی اور جلا دیتی۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے قریب گیا اور ان کے سامنے دو زانو زمین پر بیٹھ گیا۔ میں نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا، لیکن آنحضرتؐ نے کوئی جواب نہ دیا، اور کافی دیر تک خاموش رہے۔ اس کے بعد اپنے سر کو بلند کیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! تو نے میری ہتک حرمت کی، میری عترت کو قتل کیا اور میرے حق کی رعایت نہیں کی اور جو کچھ کرنا چاہا، وہ کر دکھایا۔

میں نے جواب دیا: یا رسول اللہؐ! خدا کی قسم میں نے آپ کے فرزند کو قتل کرنے میں تلوار نہیں ماری اور نہ نیزہ مارا اور نہ ہی تیر پھینکا۔ فرمایا: درست ہے، لیکن تو نے میرے حسینؑ کے قاتلوں کی لشکر میں اضافہ کیا۔ میرے قریب آ۔ میں آنحضرتؐ کے

قریب گیا میں نے دیکھا ایک طشت خون سے بھرا ہوا، آنحضرتؐ کے سامنے تھا۔ مجھ سے فرمایا: یہ خون میرے حسینؑ کا ہے، اس کے بعد خون میری آنکھوں پر ملا، جب جاگا تو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا محشر میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے ایک نورانی خیمہ بنایا جائے گا، امام حسین علیہ السلام کا سر بغیر بدن کے اپنے ہاتھ پر اٹھا کر لائیں گی اور فریاد کریں گی کہ تمام ملائکہ مقربین اور پیغمبرانِ مرسل ان کے رونے سے رونا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد خداوند متعال فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے حسین علیہ السلام کو بہترین صورت میں ظاہر کرے گا، اور امام حسین علیہ السلام بدن بے سر کے اپنے قاتلوں سے مقابلہ کریں گے۔ اور خدا قاتلانِ حسینؑ اور ان کے قتل کے لئے آمادہ ہونے والوں اور جو ان کے ساتھ قتل میں شریک ہوئے تھے، تمام کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے لائے گا۔ جب حاضر ہوں گے تو میں ان کے ایک ایک فرد کو قتل کروں گا، پھر زندہ ہوں گے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام ان کو قتل کریں گے۔ پھر زندہ ہوں گے، امام حسن علیہ السلام ان کو قتل کریں گے۔ پھر انہیں زندہ کیا جائے گا، امام حسین علیہ السلام ان کو قتل کریں گے، اس کے بعد پھر زندہ ہوں گے ہر ایک ہماری ذریت سے ایک ایک مرتبہ ان کو قتل کریں گے۔ اس وقت میرا غضب اور غم واندوہ ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا ہمارے شیعوں پر رحمت نازل فرمائے۔ خدا کی قسم وہ حزن وحسرت کے طولانی ہونے کی وجہ سے ہماری مصیبت میں

شریک ہیں۔

رسول خدا ﷺ سے روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو فاطمہ سلام اللہ علیہا چند مستورات کے ساتھ محشر میں آئیں گی، ان سے خطاب ہوگا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ تو وہ کہیں گی کہ میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی جب تک وہ ظلم نہ دیکھ لوں جو میرے بعد میرے بیٹے پر کیا گیا۔

خطاب ہوگا ﴿اُنْظُرِیْ فِیْ قَلْبِ الْقِیَامَةِ﴾ محشر کے وسط میں دیکھو۔ کیا دیکھیں گی کہ حسین علیہ السلام بغیر سر کے کھڑے ہیں۔ اس منظر کو دیکھتے ہی بلند آواز سے گریہ کریں گی، ان کے رونے سے میں اور فرشتے رونے لگیں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حسین علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کریں گی ﴿وَاوَلَدَاهُ وَاثَمْرَةَ فُؤَادَاهُ﴾ اس وقت خدا تعالیٰ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خاطر غضب میں آئے گا، اور ''ھب ھب'' نامی آگ کو جو ہزار سال سے جلائی گئی ہے یہاں تک کہ سیاہ ہوگئی ہے، نہ اس میں کبھی کمی ہوئی ہے اور نہ غم و اندوہ اس سے جدا ہوا ہے، حکم دے گا: حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو جدا کرو! ۔ آگ ان کو لوگوں سے جدا کرے گی ۔ جب وہ داخل ہوں گے آگ بلند آواز سے بھڑک اٹھے گی اور وہ جماعت بھی فریاد کرے گی اور بلند آواز سے کہے گی: پروردگارا! کس لئے بت پرستوں سے پہلے آگ کو ہم پر واجب کیا، اور عذاب دیا جارہا ہے؟ خطاب ہوگا: جاننے والا نہ جاننے والے کی مثل نہیں ہوسکتا ہے۔

یہ دونوں روایتیں ابن بابویہ نے اپنی کتاب ''عقاب الاعمال'' میں نقل کی ہیں، اور جلد نمبر ۳ کتاب ''تذییل'' کہ جو تالیف محمد بن نجار [شیخ المحدثین] بغدادی کی ہے۔ شرح حال فاطمہ فرزند ابو العابس ازدی میں میں نے دیکھی ہیں۔ باسناد خود طلحہ سے

نقل کرتے ہیں: ۔

میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: موسیٰ بن عمران نے خداوند تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرا بھائی ہارونؑ دنیا سے چلا گیا ہے۔ تو اسکو بخش دے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی: اے موسیٰ! اگر مجھ سے درخواست کرو کہ تمام افراد اولین و آخرین کو بخشوں، تو ضرور قبول کروں گا، مگر حسین بن علی بن ابی طالب صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے قاتلوں کو ہرگز نہیں بخشوں گا۔

حصہ سوم

شہادتِ حسین علیہ السلام کے بعد

اسیرانِ کربلا کی
کوفہ وشام کی طرف روانگی

اسیرانِ کربلا کی کوفہ وشام کی طرف روانگی

عصر عاشورا عمر بن سعد کے کہنے پر امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ازدی کے ذریعہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا، اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ شہداءِ کربلا کے جوانوں کے سروں کو بدن سے جدا کر کے شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کے ذریعے سے ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کیا جائے۔

عمر سعد گیارہ محرم تک کربلا میں رہا۔ اس کے بعد امامؑ کے پسماندگان کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوا، بیبیوں کو بلوائے عام میں ننگے سر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا۔ اور انہیں ترک وروم کے قیدیوں کی طرح شدید مصائب وآلام کی حالت میں قیدی بنایا گیا۔

یہاں پر عرب شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یُصَلّٰی عَلَی الْمَبْعُوْثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

وَ یُغْزَی بَنُوْهُ اِنَّ ذَا لَعَجِیْبٌ

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آل بنی ھاشم میں سے مبعوث ہوئے ہیں، اس پر تو یہ درود و سلام بھیجتے ہیں، لیکن تعجب اس پر ہے کہ ان کی آلؑ کے ساتھ جنگ و جدال کرتے ہیں۔

ایک اور شعر ہے:

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا

شَفَاعَةَ جَدِّهٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی: کیا جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا، وہ امید رکھتے ہیں کہ انہیں ان کے جدامجد کی شفاعت نصیب ہوگی۔

راویت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے سروں کی تعداد ۷۸ تھی۔ اور جو قبیلے کربلا میں موجود تھے انہوں نے ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کی خوشنودی کی خاطر سروں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ قبیلہ بن قیس بن اشعث کی نگرانی میں تیرہ سر، قبیلہ ہوازن، شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں بارہ سر، قبیلہ بنی تمیم کی نگرانی میں سترہ سر، بنی اسد کی نگرانی میں سولہ سر، قبیلہ مذحج کی نگرانی میں سات سر اور بقیہ لوگ تیرہ سر (۱۳) کوفہ لے گئے۔

تدفین شہداءؑ اور اسیروں کا کوفہ میں داخلہ

راوی کہتا ہے: جب عمر ابن سعد کربلا سے دور چلا گیا، تو قبیلہ بنی اسد کے کچھ لوگوں نے دو کام سرانجام دیئے، ایک شہدائے کربلا کی نمازِ جنازہ ادا کی، اور دوسرا کام جہاں شہداء کو شہید کیا گیا تھا وہیں ان کو دفن کیا۔

جب عمر ابن سعد کربلا کے اسیروں کے ساتھ کوفہ کے نزدیک پہنچا تو اہل کوفہ کثیر تعداد میں تماشائیوں کی صورت میں جمع تھے۔ اسی اثنا میں چھت پر بیٹھی عورتوں میں سے ایک عورت نے اسیروں سے سوال کیا: ﴿مِنْ اَیِّ الْاُسَارٰی اَنْتُنَّ؟﴾ کہ تم کس ملک اور کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ ﴿فَقُلْنَ نَحْنُ اُسَارٰی آلِ مُحَمَّدٍ﴾ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسیرانِ آل محمدؐ ہیں۔ وہ عورت چھت سے نیچے اتری اور اپنے گھر سے لباس، چادریں اور مقنعہ لے کر اہل بیت اطہارؑ کی خدمت میں لائی، تاکہ بیبیاں اپنے سروں کو ڈھانپ لیں۔ امام سجاد علیہ السلام شدید بیماری کی وجہ سے بہت نحیف ہو چکے

تھے اور حسن ابن حسن مثنی زخمی حالت میں ان کے ہمراہ تھے۔

صاحب کتاب مصابیح روایت کرتے ہیں کہ حسن ابن مثنی نے عاشور کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں سترہ (۱۷) افراد کو ہلاک کیا اور اپنے بدن نازنین پر اٹھارہ زخم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گرے تو ان کے ماموں نے انہیں اٹھایا اور کوفہ لے گئے اور وہاں ان کا علاج کرانے کے بعد مدینہ لے گئے۔

اسی طرح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے دو اور فرزند بنام زید اور عمرو اسیروں میں موجود تھے۔ اہل کوفہ اسیروں کی یہ حالت دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَتَنُوحُونَ وَ تَبكُونَ مِنْ اَجلِنَا؟ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ قَتَلَنَا؟﴾

کیا ہمارے لئے گریہ کر رہے ہو، اور ہم پر نوحہ کناں ہو؟ پھر ہمارا قاتل کون ہے اور کس نے ہمیں قتل کیا؟!!

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا خطبہ

بشیر بن حزیم اسدی روایت کرتا ہے کہ میں نے زینب بن علیؑ کا خطبہ سنا۔ خدا کی قسم میں نے اس سے پہلے کوئی عالمہ بی بی نہیں دیکھی کہ جس نے علیؑ کی طرح خطبہ دیا ہو۔

﴿وَ قَدْ اَوْمَاتْ اِلَی النَّاسِ اَنِ اسْكُتُوْا فَارْتَدَّتِ الْاَنْفَاسُ وَ سَكَنَتِ الْاَجْرَاسُ﴾

لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ اس اشارے سے لوگوں کے سانس سینوں میں رک گئے، اونٹوں کی گھنٹیاں بجنا بند ہوگئیں، اس کے بعد خطبہ دینا

شروع کیا:

حمد و ثنائے الٰہی اور رسول خداؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے اہل کوفہ! اے مکارو اور دغابازو! کیا ہم پر گریہ کر رہے ہو؟!! ابھی تک ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور ہماری آہ و بکا نہیں رکی۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو سارا دن چرخہ پر دھاگہ بُنتی رہے اور رات کو اُسے اُدھیڑ ڈالے۔ تم نے اسلام کی آڑ میں اپنے درمیان مکر و فریب کو ایجاد کیا۔ تم نے ایمان کا عہد و پیمان باندھ کر توڑ دیا۔ تم فقط مفسد اور خود پرست ہو، کینہ پرور اور کنیزوں کی طرح چاپلوسی اور دشمنوں کے ساتھ ساز باز کرنے والے ہو تمہاری مثال گندگی پر اُگنے والے سبزے کی ہے جو کھانے کے قابل نہیں ہوتا اور اس چاندی کی طرح ہے جو قیدی کی زینت ہونے کی وجہ سے قابل استفادہ نہ ہو۔ اور کتنا برا توشۂ راہ تم نے اپنی آخرت کے لئے تیار کیا ہے جو خدا کے غضب کا موجب ہے اور تمہارے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

کیا ہمیں قتل کرنے کے بعد ہم پر گریہ اور اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہو؟ ہاں! خدا کی قسم تمہیں زیادہ رونا اور کم ہنسنا چاہیئے۔ تم نے اپنے دامن پر جو رسوائی کا داغ لگا لیا ہے اسے دنیا کا کوئی پانی صاف نہیں کر سکتا، اور بھلا کس طرح فرزند رسولؐ اور سید جوانانِ اہل بہشت کے خون کو مٹایا جا سکتا ہے؟!!

وہ شخصیت جو جنگ میں تمہاری پناہ گاہ تھی، دشمن کے سامنے احتجاج کرنے میں، نیز مشکلات میں تمہاری جائے پناہ تھی جس نے تمہیں دین سکھایا، تم نے اپنی پشت پر بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھا لیا ہے۔ خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ تمہاری کوشش نقش بر آب ہے۔ تم نے اپنے ہاتھوں سے نقصان اٹھایا، تمہارا یہ معاملہ تمہارے لئے گھاٹے کا باعث بنا۔ تم نے عذابِ خدا کی طرف رخ کیا اور

ذلت وخواری نے تمہیں گھیر لیا ہے۔

﴿یَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اَتَدْرُوْنَ اَىَّ كَبِدٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَرَيْتُمْ وَ اَىَّ كَرِيْمَةٍ اَبْرَزْتُمْ وَ اَىَّ دَمٍ لَهُ سَفَكْتُمْ وَ اَىَّ حُرْمَةٍ لَهُ اِنْتَهَكْتُمْ﴾

اہل کوفہ! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کس جگر رسولؐ کو شگافتہ کیا؟ اور عصمت و طہارت کی پروردہ رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا، اور کس کے خون کو تم نے بہایا؟!!! کس کی حرمت کو پامال کیا! کس قدر تم نے ناروا کام انجام دیا! اور کس گناہِ عظیم کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمہارے ظلم وستم کی برائی زمین وآسمان کے برابر ہے؟!!!

﴿اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ مَطَرَتِ السَّمَاءُ دَمًا﴾

کیا تم تعجب کرتے ہو کہ آسمان سے خون کی بارش ہوئی، یقیناً آخرت کا عذاب اس سے کئی گنا زیادہ سخت اور ذلیل وخوار کرنے والا ہوگا۔ اور اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ خدا کی طرف سے ملنے والی مہلت کو معمولی نہ سمجھو، خداوند کریم انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا، اور خداوند تعالیٰ کو اس بات کا خوف نہیں کہ ناحق بہائے جانے والے خون کا انتقام اس سے فوت ہو جائے گا اور تمہارا رب تمہارے انتظار میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے لوگوں کو دیکھا جو اس خطبہ کے دوران حیرت زدہ تھے، اور بلند آواز سے گریہ کر رہے تھے۔ اور اپنے دانتوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ رہے تھے، اور میں نے اپنے نزدیک کھڑے ہوئے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ جس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی، وہ کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کے بزرگ بہترین بزرگ، آپ کے جوان بہترین جوان، آپ کی مستورات بہترین مستورات، اور آپ کا خاندان، بہترین خاندان ہے جو کبھی ذلیل وخوار نہیں ہو سکتا۔

حضرت فاطمہ بنت حسینؑ کا خطبہ

زید بن موسیٰ ابن جعفرؑ اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت حسینؑ نے کربلا سے کوفہ پہنچنے کے بعد اس طرح خطاب فرمایا:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ میں اس کی حمد و ثنا کرتی ہوں۔ ریت کے ذروں اور پتھر کے سنگ ریزوں کے برابر کہ جن کی مقدار زمین سے آسمان تک پھیلی ہو، میں اس پر ایمان رکھتی ہوں، اور اسی پر توکل و بھروسہ رکھتی ہوں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اس کی اولاد کو بے جرم و خطا فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔

اے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتی ہوں، اس بات سے کہ تیری طرف جھوٹ کی نسبت دوں، یا اس کے خلاف کہوں کہ جو تو نے اپنے پیغمبرؐ سے فرمایا کہ: اپنے وصی علی بن ابی طالبؑ کے لئے لوگوں سے بیعت لیں۔ وہی علیؑ کہ جن کے حق کو غصب کیا گیا اور ان کو بے گناہ قتل کیا گیا کہ جس طرح ان کے فرزند کو کل سرزمین کربلا پر ایسی جماعت نے قتل کیا کہ جو بظاہر مسلمان اور باطن میں کافر تھے۔ وائے ہو ان کے سرداروں پر جنہوں نے اس کی زندگی میں اور آخری وقت میں بھی ظلم و ستم کرنے سے دریغ نہ کیا، یہاں تک کہ تو نے ان تمام کو حسن منقبت اور پاکیزہ طبیعت کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا۔

اے پروردگار! ملامت کرنے والوں کی ملامت ان کو تیری عبودیت و بندگی سے نہ روک سکی، اور تو نے ان کی بچپن میں اسلام کی طرف راہنمائی کی، اور جب وہ بڑے ہوئے تو ان کے فضائل کو بیان کیا، اور انہوں نے ہمیشہ تیری راہ میں اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر امت کو نصیحت کی، یہاں تک کہ تو نے ان

کی روح کو قبض کر لیا۔ وہ دنیا سے بے نیاز تھے اس کے حریص نہ تھے۔ اور آخرت کے مشتاق تھے، اور تیری راہ میں تیرے دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے۔ تو ان سے راضی ہو گیا۔ اور ان کو تو نے منتخب کیا اور صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا۔

اما بعد! اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و فریب! خدا نے ہم اہل بیتؑ کی تمہارے ذریعہ سے آزمائش کی اور تمہارا امتحان ہمارے وسیلہ سے لیا۔ خدا نے ہمیں اس امتحان میں کامیاب کیا، اور اپنے علم کو بطور امانت ہمارے سپرد کیا۔ پس ہم ہی اس کے علم و حکمت کے خزانے ہیں۔ اور ہم ہی روئے زمین پر اس کی حجت ہیں۔

خداوند متعال نے ہمیں اپنی کرامت سے نوازا، اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔ تم نے ہمیں جھٹلایا، اور ہماری تکفیر کی، ہمارا خون بہانا مباح سمجھا اور ہمارے ساتھ جنگ کرنا حلال اور ہمارے مال و اسباب کو لوٹنا جائز سمجھا، گویا ہم اسیرانِ ترک و کابل تھے! چنانچہ کل ہمارے جد بزرگوار (حضرت علی علیہ السلام) کو قتل کیا، اور ابھی تک ہمارا خون تمہاری دیرینہ دشمنی کی وجہ سے تمہاری تلوار سے ٹپک رہا ہے، اور تم نے خدا پر الزام لگایا، اور دھوکہ و فریب دیا جس سے تمہاری آنکھیں اور دل ٹھنڈے ہوئے، لیکن خداوند متعال فریب دینے والوں سے بہترین انتقام لینے والا ہے۔

اب تم ہمارے خون سے ہاتھ رنگین کر کے، اور ہمارے مال و اسباب کے لوٹنے سے خوش نہ ہو کیونکہ ان پیش آنے والے مصائب کے بارے میں خدا کی کتاب میں پہلے سے موجود ہے:

﴿اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ. وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

''یہ کام اللہ پر آسان ہے تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر افسوس نہ کرو، اور جو تمہیں مل جائے اس پر خوشحال نہ ہو، اور خداوند کریم کسی بھی مکر و فریب پر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

اے کوفہ والو! وائے ہو تم پر! اب تم منتظر رہو کہ جلد ہی خداوند کا عذاب اور لعنت تم پر نازل ہو گی، اور وہ تمہیں گناہوں پر عذاب دے گا، اور تم میں بعض کو بعض سے لڑائے گا، اور جس آن قیامت برپا ہو گی جو ظلم تم نے ہم پر کیے، اس کی پاداش میں تمہیں ہمیشہ دوزخ کی دردناک آگ میں جلائے گا۔

﴿اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰالِمِيْنَ﴾

وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ! کیا تم جانتے ہو کہ کن ہاتھوں سے تم نے ہمیں نیزوں اور تلواروں کا نشانہ بنایا؟ اور کس حوصلہ کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کی؟ اور کن قدموں کے ساتھ ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آئے؟ خدا کی قسم! تمہارے دل قساوتً سے آلودہ ہو چکے ہیں۔ تمہارے جگر پتھر بن چکے ہیں، تمہارے دل علم و دانش سے بے بہرہ ہو چکے ہیں، تمہاری آنکھیں اندھی اور کان بہرے ہو چکے ہیں۔

اے اہل کوفہ! شیطان نے تمہیں فریب دیا اور تمہیں صراطِ مستقیم سے منحرف کیا، اور اس طرح جہالت کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا کہ پھر کبھی بھی ہدایت نہ پاسکو گے۔

اے اہل کوفہ! وائے ہو تم پر! کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خون جو تمہاری گردن پر ہے وہ تم سے طلب کریں گے۔ اور وہ دشمنی جو تم نے ان کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد و عترت سے کی، اور تم میں سے بعض نے مظالم پر فخر کیا اور تم کہتے ہو:

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَ بَنِي عَلِيّ بِسُيُوفٍ هِنْدِيَةٍ وَ رِمَاحٍ
وَ سَبَيْنَا نِسَائَهُمْ سَبْيَ تُرْكٍ وَ نَطَحْنَاهُمْ فَاَيُّ نِطَاحٍ

ہم نے علیؑ اور ان کی اولاد کو ہندی تلواروں اور نیزوں کے ساتھ قتل کیا اور ان کے اہل بیتؑ کو ترک کے اسیروں کی مانند اسیر بنایا۔ خاک ہو تمہارے منہ پر، اے وہ شخص جو ایسے جوانوں کے قتل پر فخر کر رہا ہے جن کو خداوند کریم نے ہر نجاست سے پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ اے پلید! اپنے غصے کو پی جا، اور کتے کی طرح اپنے جگہ بیٹھ جا۔ جس طرح تمہارا باپ بیٹھا تھا، ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا ہے۔ وائے ہو تم پر، کیا تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ اس فضیلت پر جو خداوند کریم نے ہمیں عنایت کی ہے؟!

یہ خدا کا فضل ہے، اور وہی صاحب فضل عظیم ہے، جس کو چاہے عطا کرے اور جس کو خدا اپنے نور سے محروم کر دے وہ ظلمت و تاریکی میں رہے گا۔

جیسے ہی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا خطبہ یہاں پر پہنچا لوگ بلند آواز کے ساتھ رونے لگے اور کہا کہ اے دختر آل اطہار: ہمارے دلوں اور سینوں کو آگ لگا دی ہے، اور ہمارے جگروں کو غم و حزن کی آگ نے جلا دیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! بی بی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا خاموش ہو گئیں۔

خطبہ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا

راوی کہتا ہے کہ جناب ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ بلند آواز سے رو رہی تھیں، اور پس پردہ محمل سے اس خطبہ کو بیان فرمایا:

اے اہل کوفہ وائے ہو تم پر، کیوں حسین علیہ السلام کی توہین کی، اور انہیں قتل کیا اور

ان کے مال و اسباب کو برباد کیا، اور ان کی مستورات کو قیدی بنایا، اس کے باوجود اس پر رو رہے ہو۔ وائے ہو تم پر، ہلاکت اور بدبختی تمہیں آ لے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کتنے بُرے کام کے مرتکب ہوئے، اور کتنا عظیم ظلم اپنی گردن پر لیا ہے؟ کس کے خون ناحق کو بہایا؟ اور کن پردہ نشینوں کو پردے سے باہر لائے ہو؟ اور کس خاندان کو ان کے زیورات سے محروم کیا ہے؟ اور کن کے اموال و اسباب کو لوٹا ہے؟ اور تم نے ایسے افراد کا قتل کیا کہ رسول خداﷺ کے بعد ان کے مقام کو کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا؟ رحم و مہربانی تمہارے دلوں سے چھین لی گئی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ صرف خداوند کی جماعت ہی کامیاب ہے اور شیطان کی جماعت خسارہ اٹھانے والی۔ پھر آپ نے ان اشعار کو بیان فرمایا:

میرے بھائی کو قتل کیا، وائے ہو تمہاری ماوؤں پر! جلدی ہی عذاب کی آگ میں گرفتار ہو جاؤ گے، اور اس میں جلتے رہو گے، اور تم نے ایسے خون کو پامال کیا کہ جس کے بہانے کو خدا، قرآن اور رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے۔ میں تمہیں جہنم کی آگ کی بشارت دیتی ہوں اور ضرور بالضرور روزِ قیامت آتش جہنم میں جلائے جاؤ گے، اور میں ہمیشہ اپنے بھائی پر روتی رہوں گی۔

اور ہاں! یہ آنکھیں ہمیشہ دریا کی طرح اشک بہاتی رہیں گی، اور یہ رونا کبھی ختم نہ ہوگا۔

چنانچہ اس دوران لوگوں کے نالہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ عورتوں نے اپنے بالوں کو کھول دیا اور مٹی سروں پر ڈال لی، اور اپنے چہروں کو نوچنے لگیں، اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں، اور ان کے مردوں نے رونا شروع کیا، اور ڈاڑھیوں کے بالوں کو نوچنا شروع کیا، اور کوئی ایسا واقعہ دیکھا نہیں گیا کہ لوگ اس طرح سے روئے ہوں۔

خطبۂ امام سجاد علیہ السلام

اس کے بعد حضرت امام سجاد زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہونے کے لئے اشارہ کیا۔ پس لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرتؑ کھڑے ہوئے اور حمد وثناءِ الٰہی بجالائے، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک زبان پر لائے اور ان پر درود وسلام بھیجا، اور فرمایا:

اے لوگو! جو کوئی مجھ سے آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اور جو کوئی مجھے نہیں جانتا، میں اُسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں۔ میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی حرمت پامال کی گئی، اس سے نعمت چھین لی گئی، اس کے مال واسباب کو لوٹ لیا گیا، اور اس کے اہل بیتؑ کو اسیر بنایا گیا۔

میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کو بغیر جرم وخطاء کے نہر فرات کے کنارے ذبح کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جسے شدید تکلیف کے ساتھ قتل کیا گیا۔ اور یہی افتخار ہمارے لئے کافی ہے۔

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ تم نے میرے والد بزرگوار کو خط لکھے اور جیسے ہی وہ تمہاری طرف آئے تو تم نے ان کے ساتھ مکر وفریب کیا، اور اس کے بعد انہیں قتل کر دیا۔ لوگو! وائے ہو تم پر، یہ ذخیرہ تم نے عالم آخرت میں اپنے ہاتھوں بھیجا، اور کس قدر برا عقیدہ رکھتے ہو!

تم کس آنکھ کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک چہرے کی طرف نگاہ کرو گے کہ جس وقت وہ تم سے کہیں گے:

تم نے میری اولاد کو قتل کیا، اور میری ناموس کی ہتک حرمت کی، تم میری امت میں سے نہیں ہو!

اس دوران ہر طرف سے رونے اور گریہ کرنے کی آوازیں بلند ہوئیں، اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم ہلاک ہوئے اور نہ سمجھے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: خدا ہر اس شخص کو اپنی رحمت میں شامل کرے کہ جس نے میری نصیحت کو قبول کیا، اور میری اس وصیت کی خدا اور اس کے رسول اور اس کے اہل بیت کی راہ میں حفاظت کی، کیونکہ ہماری پیروی اور اقتداء کرنا گویا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا ہے۔

لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا: اے فرزند پیغمبرؐ! ہم ہمہ تن گوش آپ کے ہر فرمان کے مطیع ہیں، اور آپؑ سے عہد و پیمان کے پابند ہیں، اور ہرگز کبھی بھی آپ سے روگردانی نہیں کریں گے، اور جو بھی حکم کریں اطاعت کریں گے، اور ہماری ہر اس شخص سے جنگ ہوگی جو آپ سے جنگ کرے گا اور جو آپ سے صلح کرے گا ہماری اس سے صلح ہوگی اور یہاں تک کہ یزید سے انتقام لیں گے اور جن لوگوں نے آپ پر ظلم وستم کیا ان سے بیزاری اختیار کریں گے۔

آپ نے فرمایا: ہیہات، ہیہات! اے غدارو! اور مکارو! تمہاری فطرت میں مکر وفریب کے علاوہ کچھ نہیں۔ کیا تم پھر چاہتے ہو کہ جو ظلم ہمارے بزرگوں کے ساتھ کیا اس ظلم کو دوبارہ میرے ساتھ کرو۔ خدا کی قسم اس طرح ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ابھی تک تو وہ زخم مندمل نہیں ہوئے جو میرے والدؑ اور ان کے اہل بیتؑ پر ڈھائے جانے والے ظلم سے میرے دل کو لگے ہیں، اور اپنے جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور والد بزرگوار اور اپنے بھائیوں کی مصیبت کو فراموش نہیں کر سکا، اور اس کی تلخی ابھی تک باقی ہے جس نے میرے سینے اور گلے کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کا غم ابھی تک میرے سینہ میں باقی ہے۔ میں تم سے یہی چاہتا ہوں کہ نہ تم میری مدد کرو اور نہ ہمارے ساتھ جنگ کرو۔ اس کے بعد یہ اشعار

بیان فرمائے:

اگر حسین علیہ السلام قتل کیے گئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، چونکہ ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالبؑ جو ان سے افضل تھے قتل کیے گئے۔ پس اے اہل کوفہ! جو مصائب و مشکلات حسین علیہ السلام کو پیش آئیں اس پر خوش نہ ہو۔ ان کی مصیبت دنیا کی تمام مصیبتوں سے عظیم تھی۔ وہ حسین علیہ السلام جو نہر فرات کے کنارے قتل ہوئے؟ میری جان ان پر قربان ہو۔ یقیناً ان کے قاتلوں کی جزا آتش جہنم ہے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے ان مذکورہ اشعار کے بعد یہ شعر ارشاد فرمایا:

رضینا منکم راسا براس فلا یوم لنا ولا علینا

ہم تم سے سر کے بدلے سر سے راضی ہوئے۔ پس تم نہ ہمارا ساتھ دو، اور نہ ہم سے جنگ کرو۔

دارالامارہ میں اہل بیتؑ کا وارد ہونا

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد دارالامارہ کے محل میں بیٹھا، تمام عام لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو لایا گیا۔ اور اس کے سامنے رکھا گیا، نیز امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ اور ان کی اولاد کو وارد کیا گیا۔ جناب زینب دختر امیر المومنین علیہ السلام اس صورت میں دربار میں داخل ہوئیں کہ ان کی پہچان نہ ہو سکی، اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون تھی؟ جواب دیا گیا کہ زینب بنت علیؑ ہے۔ عبید اللہ نے جناب زینب سلام اللہ علیہا کی طرف اپنا رخ کیا اور کہا: خدا کا شکر ہے کہ تمہیں خدا نے رسوا کیا، اور تمہارے جھوٹ کو ظاہر کیا ہے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: رسوا فاسق لوگ ہوتے ہیں اور جھوٹ

فاجر لوگ بولتے ہیں، اور وہ سب ہمارے علاوہ ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: جو کچھ خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا تم نے اس کو کیسا پایا؟

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ﴿مَا رَأَیْتُ اِلَّا جَمِیْلاً﴾ نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، کیونکہ آل پیغمبر وہ جماعت ہیں جن کے لئے خداوند کریم نے شہادت مقدر فرمائی، اور وہ ہمیشہ کے لئے اپنی ابدی آرام گاہ کی طرف چلے گئے، لیکن خدا بہت جلد ہی ان کو اور تمہیں ایک جگہ جمع کرے گا، اور اہل بیت اپنے خون طلبی کے لئے مقدمہ دائر کریں گے، اور اس وقت معلوم ہوگا کہ سچا کون ہے۔ اے مرجانہ کے بیٹے! تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے۔

بی بی کے اس کلام سے ابن زیاد غضبناک ہوا اور بی بی کے قتل کا ارادہ کیا۔

عمرو بن حریث جو دربار میں موجود تھا، ابن زیاد سے کہنے لگا کہ وہ عورت ہے اور ابن زیاد نے اپنے اس ارادہ کو ترک کیا، اور جناب زینب سلام اللہ علیہا کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: خداوند کریم نے حسین (علیہ السلام) اور ان کے بھائی و اہل بیتؑ کے قتل سے میرے دل کو شفا بخشی ہے۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم ہمارے بزرگوں کو تم نے قتل کیا، اور ہماری نسل کشی کی اگر تمہاری یہ شفا ہے تو تو نے شفا پا لی۔

ابن زیاد نے کہا کہ زینب (سلام اللہ علیہا) ایک ایسی عورت ہے کہ جو مسجع و مقفیٰ سے کلام کرتی ہے، مجھے اپنی جان کی قسم کہ اس کے والد علی بن ابی طالب بھی شاعر و سجاع تھے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اے ابن زیاد! عورت کو سجع و قافیہ سے کیا

کام۔ اس کے بعد ابن زیاد امام سجاد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کون جوان ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ علی بن حسین علیہ السلام ہے۔ ابن زیاد نے کہا: کیا علی بن حسین (علیہ السلام) کو خدا نے قتل نہیں کیا؟

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: علی بن حسین میرے بھائی تھے جس کو لوگوں نے قتل کیا۔ ابن زیاد نے کہا: بلکہ خدا نے اسے قتل کیا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾۔ (سورہ زمر، آیت: ۴۲)

ابن زیاد نے کہا: تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرا جواب دو؟ پھر حکم دیا کہ اسے باہر لے جا کر قتل کر دو۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ابن زیاد کی اس بات پر پریشان ہو کر کہا: اے ابن زیاد! تو نے ہمارے کسی جوان کو باقی نہیں چھوڑا، اگر انہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دو۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے پھوپھی سے فرمایا: اے پھوپھی اماں! آپ خاموش رہیں تا کہ میں خود ہی ابن زیاد سے بات کروں۔ اس کے بعد امامؑ نے ابن زیاد کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے ابن زیاد! کیا تو مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا تو ہمارا شیوا ہے، اور ہماری فضیلت ہماری شہادت میں ہے؟

اس کے بعد ابن زیاد کے حکم کے مطابق امام زین العابدین علیہ السلام اور اہل بیتؑ کو کوفہ کی جامع مسجد کے پہلو میں ایک مکان میں لے جایا گیا۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: کہ ہماری ملاقات کے لئے سوائے کنیزوں کے کوئی نہ آئے، کیونکہ وہ خود پہلے قیدی رہ چکی ہیں جس طرح ہم قیدی ہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر کوفہ کی گلی کوچوں میں پھیرایا جائے۔ راقم الحروف مناسب سمجھتا ہے کہ یہاں اشعار کا ذکر کرے۔

ترجمہ اشعار :- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور اس کے وصی کے بیٹے کے سر کو نیزے پر تماشائیوں کو دکھانے کے لئے اٹھایا گیا تھا۔ مسلمان یہ منظر دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے اور کسی نے بھی آگے بڑھ کر اس کو نہ روکا، اور کسی کے دل کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

اندھی ہو جائیں وہ آنکھیں جنہوں نے یہ منظر دیکھا، اور بہرے ہو جائیں وہ کان جنہوں نے آپ کی مصیبت سنی، اور نہ روکا۔

اے مولا حسینؑ! آپ نے اپنی شہادت سے ان آنکھوں کو بیدار کر دیا جو آپ کے وجود کے طفیل سوتی رہتیں تھیں، اور وہ آنکھیں جو آپ کے خوف کی وجہ سے سو نہ سکتی تھیں، آج آرام سے سو رہی ہیں۔

اے مولا حسینؑ! کوئی باغبان اس روئے زمین پر ایسا نہیں ہے جو یہ نہ چاہتا ہو کہ آپ کی قبر مبارک اسکے باغ میں ہو، اور وہ باغ آپ کی ابدی خواب گاہ قرار پائے۔

عبداللہ بن عفیف کی شجاعت وشہادت

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد منبر پر گیا، اور خداوند کریم کی حمد وثناء کرنے کے بعد یہ کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ثابت کیا اور امیر المؤمنین یزید اور اس کے پیروکاروں کی مدد کی، اور حسین ابن علی کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف ازدی اپنی جگہ سے اٹھے اور یہ متقی وزاہد شیعہ تھے ان کی دائیں آنکھ جنگ صفین، اور بائیں آنکھ جنگ جمل میں ضائع ہو گئی تھی اور ہمیشہ کوفہ کی

جامع مسجد میں شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے، وہ کہنے لگے: اے مرجانہ کے بیٹے! تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا اور وہ شخص اور اس کا باپ کہ جس نے تمہیں کوفہ کا والی بنایا۔ اے دشمن خدا! کیا تو انبیاءؑ کی اولاد کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر ایسی باتیں کرتا ہے؟

یہ سن کر ابن زیاد غضبناک ہوا، اور کہنے لگا کہ یہ کہنے والا کون ہے؟ عبداللہ نے بلند آواز سے کہا: میں تھا۔ اے دشمن خدا! کیا تو ان اولادِ پیغمبرؐ کو قتل کرتا ہے جنہیں خداوند کریم نے ہر قسم کی پلیدی سے پاک رکھا ہے، اور پھر بھی یہ خیال کرتا ہے کہ مسلمان ہے؟ واغوثا! کہاں ہیں مہاجرین و انصار کی اولاد کہ جوان پلیدوں سے انتقام نہیں لیتیں کہ جس کو رسول خدا ﷺ ملعون ابن ملعون کہتے تھے۔ اس بات نے ابن زیاد کو شدید غضبناک کر دیا۔ غصہ سے اس کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا، اور کہنے لگا کہ عبداللہ کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کے سنگدل سپاہیوں نے اسے گرفتار کرنے کی خاطر اپنے محاصرے میں لے لیا، لیکن قبیلہ ازد کے بزرگان جو عبداللہ کے چچا کے بیٹے تھے، اپنی جگہ سے اٹھے اور اسے سپاہیوں کے محاصرہ سے آزاد کرایا، اور مسجد سے باہر لے جا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ نابینا ازدی کے گھر جاؤ، خدا اس کے دل کو بھی اندھا کرے جس طرح اس کی آنکھوں کو اندھا کیا ہے۔ سپاہیوں کا ایک گروہ اسے گرفتار کرنے کے ارادہ سے اس کے گھر کی طرف گیا۔

جیسے ہی یہ خبر قبیلہ ازد کو ملی تو تمام قبیلہ کے افراد جمع ہوئے، اور یمن کے قبائل بھی ان سے آ ملے تا کہ عبداللہ کی حفاظت کریں، جب ان کے اس اجتماع کی خبر ابن زیاد کو ملی تو اس نے مضر قبائل کے افراد کو جمع کیا اور محمد بن اشعث کی نگرانی میں ان کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا اس طرح ان کے درمیان شدید جنگ ہوئی، جس کے نتیجہ میں عربوں

کا ایک قبیلہ مارا گیا، اور ابن زیاد کے سپاہی عبداللہ کے گھر پر پہنچے، اور اس کے دروازہ کو توڑ کر اندر داخل ہوگئے۔

اس دوران عبداللہ کی بیٹی نے جو گھر میں موجود تھی فریاد کی کہ بابا جان! دشمن کی فوج گھر میں داخل ہوگئی ہے۔ جناب عبداللہ نے کہا: نہ ڈرو! اور میری تلوار مجھے دو! بیٹی نے انہیں تلوار دی، اور عبداللہ نے اپنا دفاع کرنا شروع کیا۔

عبداللہ کی بیٹی نے کہا: بابا کاش میں مرد ہوتی، اور آپ کے سامنے بدخصلت لوگوں سے جنہوں نے عترت پیغمبرؐ کو قتل کیا جنگ کرتی۔ سپاہ ابن زیاد ہر طرف سے عبداللہ پر حملہ کر رہے تھے، اور وہ اپنا دفاع کرتے تھے، اور جس طرف سے دشمن عبداللہ کے نزدیک ہوتے تو ان کی بیٹی انہیں آگاہ کرتی تھی، یہاں تک کہ سپاہ ابن زیاد نے حملوں میں اضافہ کرکے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔

ان کی بیٹی نے فریاد کی، میرے باپ پر سخت مصیبت آ پہنچی، مگر ان کا یار و مددگار کوئی نہیں۔ عبداللہ اپنی تلوار کو اپنے سر کے اردگرد گھماتے تھے، اور کہتے تھے:

خدا کی قسم! اگر میری آنکھوں میں بینائی واپس آجاتی تو میں تم پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرتا۔ ابن زیاد کی فوج نے پے در پے حملے کیے، یہاں تک کہ انہیں گرفتار کرلیا، اور انہیں ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ جب ابن زیاد نے انہیں دیکھا، کہنے لگا: خدا کی حمد وثنا جس نے تمھیں ذلیل وخوار کیا۔ عبداللہ نے کہا: اے دشمن خدا! کس طرح مجھے خدا نے ذلیل کیا ہے؟! خدا کی قسم! اگر میری آنکھیں روشن ہوتیں تو دنیا تم پر تاریک کر دیتا۔

ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! عثمان بن عفان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ عبداللہ نے کہا: اے بنی علاج کے غلام اور اے مرجانہ کے بیٹے! تجھے عثمان سے کیا سروکار؟ اگر اس نے بُرا کیا تو خدا اپنے حق کا ولی ووارث ہے، اور ان کے درمیان

اور عثمان کے درمیان حق و عدالت فرمائے گا، لہٰذا تم اپنے اور اپنے باپ یزید اور اس کے باپ کے بارے میں سوال کرو۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کروں گا، یہاں تک کہ تم قتل کیے جاؤ۔

عبداللہ نے حمد وثنا کے بعد کہا: تمہارے دنیا میں آنے سے پہلے یہ خواہش رکھتا تھا کہ خداوند کریم مجھے شہادت نصیب فرمائے، اور وہ مجھے اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں نصیب فرمائے، لیکن جس دن سے میں نابینا ہوا، میں شہادت پانے سے ناامید ہو گیا تھا، اور اب خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے میری ناامیدی کو امید سے بدلا اور مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ میری دیرینہ دعا مستجاب ہو گئی ہے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا، لہٰذا عبداللہ کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کے بدنِ اطہر کو کوفہ کی ایک گلی میں لٹکا دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا، اور اس کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور اہل بیتؑ کی گرفتاری سے آگاہ کیا، اور ایک خط اسی مضمون پر مشتمل مدینہ کے گورنر عمرو بن سعید بن عاص کو لکھا۔

جب عمرو بن سعید کو خط ملا تو اس نے مسجد میں آ کر خطبہ دیا۔ جس میں امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے مطلع کیا۔ اس خبر کے پہنچتے ہی قبیلہ بنی ہاشم میں کہرام مچ گیا، اور بنی ہاشم کی عورتوں نے مجلس عزا منعقد کی۔ زینب بنت عقیل بن ابی طالبؑ نے گریہ و نوحہ خوانی کرتے ہوئے، اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار :۔ اے حسینؑ کے قاتلو! تم نے حسین علیہ السلام کی قدر و منزلت نہ جانتے ہوئے انہیں قتل کر دیا تمہیں بشارت ہو عظیم عذاب اور بدبختی کی اور جان لو کہ

اہل آسمان، انبیاء مرسلین اور شہداء سب تم پر لعنت بھیج رہے ہیں، اور سلیمان بن داؤد، موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام تم پر لعنت بھیج رہے ہیں۔

اسیرانِ اہل بیتؑ کی کوفہ سے شام روانگی

جب یزید کو ابن زیاد کا خط ملا اور اس کے مضمون سے آگاہ ہوا، تو اس کے جواب میں لکھا کہ حسین علیہ السلام ان کے اصحاب کے سروں اور تمام اہل بیت کو شام بھیج دے۔ ابن زیاد نے محفر بن ثعلبہ عائدی کو اپنے پاس بلایا، اور اس کی نگرانی میں مقدس سروں اور اسیرانِ اہل بیتؑ کو سپرد کیا، محفر نے اسیروں کو برہنہ سر اسیرانِ کفار کی طرح شام روانہ کیا۔

ابن لھیعہ اور دیگر ناقلین اس مقام پر بہت سی روایت نقل کرتے ہیں۔ ہم یہاں ضروری مطالب نقل کررہے ہیں۔ ابن لھیعہ کہتا ہے:

میں خانہ کعبہ کے طواف میں مشغول تھا، اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جو کہہ رہا تھا: خدایا مجھے بخش دے، لیکن میں خیال نہیں کرتا کہ تو مجھے بخش دے گا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ بندۂ خدا! خدا سے ڈر، اور یہ بات مت کر، کیونکہ اگر تمہارے گناہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں اگر تم خدا سے بخشش طلب کرو تو وہ بخش دے گا، اور خداوند کریم مہربان اور بخشنے والا ہے۔

اس شخص نے کہا: میرے قریب آؤ تا کہ میں تمہیں اپنی داستان سناؤں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کہنے لگا: کہ ہم پچاس آدمی تھے جو امام حسین علیہ السلام کے سر مقدس کو شام کی طرف لے جارہے تھے، اس دوران جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو ہم امام حسین علیہ السلام کے سر کو صندوق میں بند کردیتے، اور اس صندوق کے اردگرد بیٹھ کر

شراب پیتے تھے۔ ایک رات میرے ساتھیوں نے اس قدر شراب پی کہ وہ سب مست ہو گئے لیکن، مَیں نے اس رات شراب نہ پی۔ جب رات کی تاریکی ہر طرف چھا گئی، اور اچانک بجلی کی گرج سنائی دی، اتنے میں آسمان کی طرف سے ایک نور ظاہر ہوا، آسمان کے دروازے کھل گئے، حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور پیغمبر خاتم حضرت محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین آسمان سے زمین پر اترے ان کے ہمراہ جبرئیل اور ایک فرشتوں کا گروہ تھا۔

جبرئیل صندوق کے قریب آئے اور سر حسین (علیہ السلام) کو باہر نکال کر اپنے سینے سے لگایا اور سر کے بوسے لینے لگے، اور آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے بھی ایسا ہی کیا۔ پیغمبر اسلام ﷺ حسین (علیہ السلام) پر بڑی شدت سے روئے۔ انبیاءؑ نے تعزیت پیش کی، اور جبرئیل نے کہا: اے محمدؐ! خداوند متعال نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ جو حکم بھی اپنی امت کے بارے میں آپ مجھے دیں گے مَیں اس کی اطاعت کروں اور اسے جاری کروں۔ اگر آپ مجھے امر فرمائیں زمین میں ایسا زلزلہ پیدا کروں کہ اس کو تہہ و بالا کر کے رکھ دوں جس طرح کہ قوم لوطؑ کے ساتھ کیا۔ رسول خدا (ﷺ) نے فرمایا: نہیں۔ ان کے ساتھ میرا حساب و کتاب قیامت کے دن ہوگا۔ (اس وقت فرشتوں نے ہم پچاس آدمیوں کو قتل کرنے کی خدا سے اجازت طلب کی، اور ملائکہ کا ایک گروہ ہمارے قتل کے لئے ہمارے نزدیک آیا تو میں نے کہا: الامان الامان یا رسول اللہ ﷺ۔ حضرتؐ نے فرمایا: میری نظروں سے دور ہو جاؤ، خدا تجھے نہ بخشے۔

(شیخ المحدثین[1] بغداد کی کتاب تذییل میں (راقم الحروف) کہتا ہے کہ میں نے علی بن نصر شبوکی کے حالات کے بارے میں اپنے استاد کے ساتھ اس حدیث کے

[1] محمد بن نجار،

علاوہ یہ بھی واقعہ نقل کیا ہے۔ جب حسین بن علی (علیہ السلام) قتل کیے گئے اور اشقیاء ان کے سر کو شام کی طرف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک مقام پر ٹھہرے اور شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ تالیاں بجانے لگے، اور اس سر مقدس کو ایک دوسرے کے ہاتھوں کی طرف اچھالنے لگے، تو اچانک ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور لوہے کے قلم کے ساتھ دیوار پر لکھنے لگا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا　　شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ:۔

کیا وہ لوگ جنہوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا، یہ امید رکھتے ہیں کہ
بروزِ قیامت ان کے جد امجد کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں گے،
جیسے ہی اس عجیب ماجرا کو دیکھا سر کو وہیں چھوڑ کو فرار کر گئے۔

دروازۂ شام پر اہل بیت علیہم السلام کی حالت زار

راوی کہتا ہے کہ جب یہ ظالم گروہ سر مقدس حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیتؑ کو شام کی طرف لے گیا، اور یہ شہر دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم سلام اللہ علیہا شمر کے نزدیک گئیں، اور اس سے کہا: اگر تمہیں شہر میں ہمیں لے جانا ہے تو اس دروازے سے لے جاؤ، جہاں تماشائیوں کا ہجوم کم ہو، اور اپنے سپاہیوں سے کہو کہ ان مقدس سروں کو محملوں سے باہر نکال کر ہم سے دور لے جائیں، کیونکہ ہم پر اتنی نگائیں پڑیں کہ جس سے ہماری بے حد رسوائی ہوئی، جب کہ ہم اسیری کی حالت میں ہیں۔ شمر وہ شخص ہے کہ جو اپنی پست فطرت ظلم وستم میں مشہور تھا۔ بی بی ام کلثومؑ کے جواب میں کہنے لگا: اے سپاہیو! سروں کو نیزوں پر بلند کر کے محملوں کے درمیان لے جاؤ، اور اسی حالت میں اسیرانِ اہل

بیتؑ کو تماشائیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے شہر دمشق کے مرکزی دروازے سے گزارو، اور شہر کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے قیدیوں اور سروں کو ٹھہرادو۔

روایت میں ہے کہ اصحابِ رسولؐ میں سے ایک صحابی نے جب سر امام حسینؑ کو شام میں دیکھا تو وہ فوراً لوگوں کی نظروں سے چھپ گیا، اور ایک ماہ تک اپنے دوستوں سے چھپا رہا، ایک ماہ کے بعد جب لوگوں نے اسے دیکھا اور اس سے چھپنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ کتنی بڑی بدبختی ہم پر نازل ہوگئی۔

ترجمہ اشعار:۔اے محمدؐ کے نواسے تیرے خون آلودہ سر کو شام لایا گیا، اور تیرے قتل سے کھلم کھلا اور جان بوجھ کر رسول خداؐ کا قتل ہوا۔اے فرزند پیغمبرؐ! تجھے تشنہ لب قتل کیا گیا، اور قرآن کی رعایت نہیں کی گئی، اور تیرے قتل پر نعرۂ تکبیر بلند کیا گیا۔ جب کہ تیرے قتل کے ساتھ ہی تکبیر وتہلیل بھی قتل ہوگئے۔

ضعیف العمر شامی کی داستان

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اہل بیت حسینؑ مسجد کے دروازہ پر ٹھہرائے گئے تھے۔تو اس دوران ایک ضعیف العمر شخص ان کے قریب آ کر بلند آواز میں کہنے لگا: خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمہیں قتل کیا، اور تمہارے مردوں کے قتل کے ذریعہ شہروں میں امن قائم ہوا اور امیر المومنین کو تم پر فتح دی۔

علی ابن الحسینؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: اے شخص! کیا تم نے قرآں پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ فرمایا: کیا تم نے قرآن کی اس آیت کو پڑھا ہے؟ ﴿قُلْ لاَ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى﴾

اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم ہی پیغمبر کے قرابت دار ہیں۔ کیا تم نے سورۂ بنی اسرائیل میں اس آیت کو پڑھا ہے؟ ﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ اس نے جواب دیا: پڑھا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم ہی رسولؐ کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت بھی پڑھی ہے؟

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی﴾

اس نے جواب دیا: پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: ہم ہی رسولؐ کے رشتہ دار ہیں۔ کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے:

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾

اس نے جواب دیا: پڑھی ہے۔ علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم ہی اہل بیتؑ ہیں کہ خداوند نے ہم کو ہی آیت تطہیر کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

وہ بوڑھا آدمی ان کلمات کے سننے کے بعد خاموش ہوگیا، اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا، اور کہنے لگا: تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا قرآن کریم کی یہ آیات تمہاری شان میں ہیں۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: مجھے خدا اور اپنے جد امجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کہ یہ آیات ہمارے حق میں ہیں۔ بوڑھا شخص یہ سن کر رونے لگا، اور اپنا عمامہ زمین پر پھینک دیا، اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہنے لگا: کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: ہاں اگر تو توبہ کرے تو خداوند قبول کر لے گا۔ اور تو ہمارے ساتھ ہوگا اس نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔

جیسے ہی اس بوڑھے شخص کے واقعہ کی خبر یزید کو ملی تو اس نے اسے قتل کرا دیا۔

دربارِ یزید میں اہل بیتؑ کا داخلہ

اس کے بعد اہل حرم اور امام سجاد علیہ السلام کو ایسی حالت میں دربار میں لایا گیا کہ ان کے ہاتھ ایک رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ جب یزید کے سامنے اس حالت میں کھڑے ہوئے تو امام علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا:

﴿اُنْشِدُکَ اللّٰهَ یَا یَزِیْدُ مَا ظَنُّکَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ رَآنَا عَلٰی هٰذِهِ الصِّفَةِ﴾

اے یزید! تجھے خدا کی قسم، تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارے میں کیا خیال رکھتا ہے اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھیں؟ یزید نے حکم دیا کہ رسی کو کھولا جائے۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو اس کے سامنے رکھا گیا۔ اور خواتین کو اس کے پشت کی طرف بٹھایا گیا تا کہ وہ سر امام حسین علیہ السلام کو نہ دیکھ سکیں، لیکن علی بن حسین علیہ السلام نے دیکھ لیا۔

جیسے ہی جناب زینب سلام اللہ علیہا کی نگاہ امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر پر پڑی تو بی بی نے منہ پیٹنا شروع کر دیا، اور ایسی دردناک آواز کے ساتھ روئیں جس نے دلوں کو تڑپا دیا، فرمایا:

﴿یَا حُسَیْنَاهُ یَا حَبِیْبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ یَابْنَ مَکَّةَ وَ مِنٰی یَابْنَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَیِّدَةِ النِّسَاءِ یَابْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفٰی﴾

راوی کہتا ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے تمام مجلس میں موجود درباریوں کو رولا دیا، اور یزید لعنت اللہ علیہ خاموش ہو گیا۔

اسی اثناء میں یزید کے گھر میں موجود بنی ہاشم کی ایک خاتون نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ و نالہ شروع کر دیا، اور بلند آواز سے کہنے لگی: ﴿یَا حَبِیْبَاهُ یَا سَیِّدَ

اَهْلِ بَيْتَاهُ يَابْنَ مُحَمَّدَاهُ يَا رَبِيْعَ الْاَرَامِلِ وَ الْيَتَامٰى يَا قَتِيْلَ اَوْلَادِ الْاَدْعِيَاءِ﴾ جس کسی نے بھی اس آواز کو سنا، رونے لگا۔

اس کے بعد یزید نے خیزران کی چھڑی طلب کی، اور امام حسین علیہ السلام کے مقدس لبوں اور دانتوں پر مارنے لگا۔ ابو برزہ اسلمی (صحابی رسولؐ) اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا: وائے ہو تم پر اے یزید! کیا تو حسین علیہ السلام فرزندِ فاطمہؑ کے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے؟ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حسین علیہ السلام اور ان کے بھائی حسنؑ کے لبوں کا بوسہ لیتے تھے۔ اور ان کی زبان کو چوستے تھے، اور فرماتے تھے کہ ﴿اَنْتُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾ تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو، اور خدا قتل کرے، اور لعنت کرے تمہارے قاتلوں پر اور ان کے لئے انتقام جہنم قرار دے۔

یزید اس بات سے غضبناک ہوا، اور حکم دیا کہ اسے دربار سے باہر لے جاؤ۔
اس کے بعد یزید نے ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔

لَيْتَ اَشْيَاخِيْ بِبَدْرٍ شَهِدُوْا　　جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الْاَسَلْ
لَاَهَلُّوْا وَاسْتَهَلُّوْا فَرَحًا　　ثُمَّ قَالُوْا يَا يَزِيْدُ لَا تَشَلْ
قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِهِمْ　　وَ عَدَلْنَاهُ بِبَدْرٍ فَاعْتَدَلْ
لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا　　خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلْ
لَسْتُ مِنْ خِنْدِفٍ اِنْ لَمْ اَنْتَقِمْ　　مِنْ بَنِيْ اَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلْ[1]

---

[1] ابن زبعری۔

شعر کا ترجمہ:۔

اے کاش میرے وہ بزرگان جو جنگ بدر میں قتل کئے گئے آج زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ طائفہ خزرج کس طرح ہماری تلواروں کے سامنے شکست کھا چکے ہیں، اور رو رہے ہیں، اور اس منظر کے دیکھنے سے وہ خوشیوں کے شادیانے بجاتے اور کہتے: اے یزید! سلامت رہو۔

ہم نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو قتل کیا اور جنگ بدر کا ان سے بدلہ لیا۔

میں خندف کی اولاد سے نہیں ہوں اگر میں بنی ہاشم سے ان کے کیئے کا بدلہ نہ لوں۔

خطبہ جناب زینب سلام اللہ علیہا

اس اثناء میں جناب زینب سلام اللہ علیہا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں، اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ:۔ بی بی نے خدا کی حمد و ثنا اور رسول خداؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُ وا السُّوآى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُ وْنَ﴾

وہ لوگ جنہوں نے برے اعمال کئے ان کا انجام برا ہوا اس لئے کہ انہوں نے آیاتِ خدا کو جھٹلایا اور اس کا تمسخر اڑایا۔

﴿اظننت یا یزید حیث اخذت علینا اقطار الارض و افاق السمآء فاصبحنا نساق کما تساق الاساری﴾

اے یزید! کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین و آسمان تنگ کر دیا ہے، اور ہمیں قیدیوں کی طرح شہر بہ شہر پھرا رہا ہے۔ اور ہم خدا کے نزدیک ذلیل و خوار ہو گئے ہیں، اور تیری عظمت و بزرگی میں اضافہ ہوا ہے، اور تیرے اعمال عظمت پر دلالت کرتے ہیں؟ اور تو اس بات پر خوشحال ہے اور فخر کر رہا ہے کہ تیری دنیا آباد ہوگئی اور تیرا کام تیری منشاء کے مطابق ہوا ہے، اور شہنشائیت پر تیری مہر لگ گئی ہے۔

تو فکر و تأمل کر! کیا تو خدا کے اس کلام کو بھول گیا ہے؟ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا﴾ اور یہ خیال نہ کریں وہ لوگ کہ جنہوں نے کفر کیا کہ یہ چند روز کی مہلت ان کے لئے سعادت و خوش بختی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے، انہیں مہلت ہم نے اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر اضافہ کریں، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿امن العدل یابن الطلقاء تخدیرک حرائک و امائک و سوقک بنات رسول اللّٰہ سبایا قد ھتکت ستورھن و ابدیت وجوھھن تحدوبھن الاعداء من بلد الی بلد﴾

کیا یہی انصاف ہے اے آزاد کردہ غلاموں کی اولاد! کہ تو اپنی کنیزوں کو تو پردہ میں بٹھائے، اور پیغمبر کی بیٹیوں کو بے مقنعہ و چادر ننگے سر و صورت دشمنوں کے ہمراہ شہر بہ شہر پھرائے اور ہر مقام کے باشندے، اور دور و نزدیک، پست و شریف لوگ ان کا تماشا دیکھیں جب کہ ان کے مردوں اور حامیوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا؟!

ہاں! ان لوگوں سے کیسے رحم و مہربانی کی امید کی جاسکتی ہے کہ جنہوں نے متقی و پرہیزگار لوگوں کے جگر کو منہ میں چبایا ہو، اور ان کی پرورش شہداء کے خون سے ہوئی ہو، اور وہ ہماری دشمنی میں کیسے کوتاہی کر سکتے ہیں۔ جن کے دلوں میں ہمارے خلاف دشمنی و حسد بھرا ہوا ہے، اور ابھی تم اس طرح تکبر و غرور میں مست ہو کہ گویا تم اپنے گناہ کی طرف

متوجہ ہی نہیں یا تم نے کوئی گناہ ہی انجام نہیں دیا۔ اور ابا عبداللہ سید جوانانِ اہل بہشت کے مقدس دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے اور یہ اشعار کہہ رہا ہے:

لاهلوا و استهلوا فرحا ثم قالوا يا يزيد لا تشل

تو یہ ایسی باتیں کیوں نہ کہے اور تو ایسے اشعار کیوں نہ پڑھے جب کہ تیرے ہاتھ اولادِ رسولؐ کے خون سے رنگیں ہیں، اور عبدالمطلب کے نور نظر، زمین کے درخشاں ستارے تیرے ہاتھوں خاموش ہو گئے۔ تو نے اپنے اس اقدام سے اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کیا ہے، اور اب تو اپنے قبیلہ کے گزشتہ بزرگوں کو پکار رہا ہے، اور یہ گمان کرتا ہے کہ وہ تیری باتیں سن رہے ہیں، لیکن جلد ہی تو بھی ان کے ساتھ ملحق ہو جائے گا، اور اس جگہ تو آرزو کرے گا اے کاش میرے ہاتھ خشک ہو جاتے، اور میری زبان گنگ ہو جاتی، اور نہ کہتا جو کچھ میں نے کہا ہے، اور نہ کرتا جو کچھ میں نے کیا (یہاں پر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے دعا کی اور کہا:)

اے خداوند قادر و توانا! جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ان سے ہمارا انتقام لے، اور انہیں دردناک آگ میں جلا۔

اے یزید! تو نے اپنے اس اقدام سے کسی کو زخمی نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو زخمی کیا اور کسی کے گوشت کے ٹکڑے نہیں کئے، بلکہ اپنے ٹکڑے کئے ہیں، اور زیادہ دیر تک نہیں گزرے گی کہ بارگاہِ پیغمبر ﷺ میں اس حال میں حاضر کیا جائے گا۔ کہ ان کی اولاد کا خون اور اس کے اہل بیتؑ کی ہتک حرمت کا عظیم گناہ تیری گردن پر ہوگا، اور اس روز خداوند تعالیٰ ان کے بکھیرے ہوئے جسموں کو ایک مقام پر جمع کرے گا، اور ان کا بدلہ تجھ سے لے گا۔

﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ

اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ﴾۔

راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو ہرگز مردہ تصور نہ کرنا۔ وہ زندہ ہیں اور اپنے خدا کے پاس رزق پا رہے ہیں۔

تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اس روز لعنت خداوند حاکم ہو، حضرت محمد ﷺ تمہارے خلاف مقدمہ دائر کریں، اور جبرئیلؑ ان کی پشت پناہی کرے، اور جلد ہی ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے تمہیں اس مسند پر بٹھایا، اور مسلمانوں کی گردنوں پر سوار کیا۔ کتنا برا انجام ہے ظالموں کے لئے جو انہوں نے اختیار کیا ہے اور عنقریب جان لوگے کہ کون بد بخت اور کس کا انجام بُرا ہوگا۔

اگرچہ زمانے کے انقلاب نے مجھے تم پر گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا ہے، لیکن میں تیری قدر و مقام کو کچھ بھی نہیں سمجھتی اور تیری سرزنش کرنا عظیم جانتی ہوں، اور تیری سرزنش کرنا ناپسند کرتی ہوں، لیکن ہماری آنکھوں سے اشک بہہ رہے ہیں، اور ہمارے سینے غم و اندوہ کی آگ سے جل رہے ہیں۔

آہ! یہ امر کس قدر عجیب ہے کہ خدا کا گروہ شیطان کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہو جائے۔

ہمارا خون ان ہاتھوں سے گر رہا ہے اور ہمارا گوشت ان کے منہ میں چبایا جا رہا ہے، اور وہ طیب و طاہر جسم زمین پر پڑے ہوئے جنگل کے بھیڑیے باری باری ان کی زیارت کے لئے آ رہے ہیں، اور جنگل کے درندے ان کی پاک خاک پر اپنی جبین رگڑ رہے ہیں۔

اے یزید! تو جو آج ہم پر اپنے غلبہ کو غنیمت سمجھ رہا ہے، عنقریب تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا، اور تیرے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ مگر وہ کہ جو تو اپنے لئے بھیج چکا ہے۔

خداوند کریم اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ہم اس کی بارگاہ میں اپنی شکایت کریں گے، اور وہی ہماری پناہ گاہ ہے، اور تو اے یزید! اپنے کام میں مشغول رہ اور اپنا مکر وفریب کام میں لاتا رہ، اور کوشش کرتا رہ، لیکن خدا کی قسم تو ہمارے نام کو مٹا نہیں سکتا اور ہماری وحی کو خاموش نہیں کر سکتا۔ اور ہمارے مشن کو ختم نہیں کر سکتا، اور نہ اپنے دامن سے اس ننگ و عار کے داغ کو دھو سکتا ہے، کیونکہ تیری عقل مریض ہے، اور تیری زندگی کے دن تھوڑے ہیں، اور اس دن تیرا یہ اجتماع بکھرا ہوا ہوگا جس دن منادی ندا دے گا:
﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾۔

خدا کا شکر کہ جس نے ہماری ابتداء سعادت و مغفرت کے ساتھ اور ہماری انتہاء شہادت و رحمت پر مکمل کی۔

اور ہم خداوند کریم سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شہداء پر اپنی نعمت کی تکمیل فرمائے اور ان کے اجر وثواب میں اضافہ فرمائے، اور ہمیں اپنے نیک جانشینوں کے ساتھ باقی رکھے، کیونکہ وہ خداوند بخشنے والا اور مہربان ہے۔ ﴿وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾۔

خطبہ سننے کے بعد یزید نے یہ شعر پڑھا:

يَـا صَيْحَةً تُحْمَدُ مِنْ صَوَائِحِ   مَـا اَهْوَنَ الْمَوْتُ عَلَى النوائح

گریہ کرنے والوں کی فریاد کبھی پسندیدہ ہوتی ہے اور ایسی مصیبت زدہ عورتوں پر موت بہت آسان ہوتی ہے۔ اس کے بعد یزید نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ انہوں نے اہل بیتؑ کے قتل کا مشورہ دیا، لیکن نعمان بن بشیر نے کہا: کچھ تأمل کرو! اگر تیری جگہ رسول خدا ﷺ ہوتے تو وہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ تم بھی اسی کی طرح سلوک کرو۔

دربارِ یزید میں ایک شامی شخص کی داستان

اسی اثناء میں ایک شامی نے جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا: ﴿یا امیر المؤمنین هب لی هذه الجاریة﴾ یہ کنیز مجھے بخش دو۔ جناب فاطمہؑ نے اپنی پھوپھی سے کہا: پھوپھی جان! میں پہلے یتیم ہوئی ہوں اور اب مجھے کنیزی کے لئے دینا چاہتے ہیں۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا: نہیں، ہرگز یہ فاسق ایسا نہیں کرسکتا۔ اس مرد شامی نے یزید سے پوچھا کہ یہ بچی کون ہے؟ یزید نے جواب دیا کہ فاطمہ بنت حسینؑ ہے اور وہ زینب بنت علی بن ابی طالب ہے۔

شامی نے کہا: اے یزید! خدا کی تجھ پر لعنت ہو، ہم نے تو خیال کیا تھا کہ یہ اسیرانِ روم ہیں۔ یزید نے کہا: خدا کی قسم میں تجھے بھی ان کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ پھر اسے یزید کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ یزید نے ایک خطیب کو طلب کر کے اسے حکم دیا کہ وہ منبر پر جا کر حسین (علیہ السلام) اور اس کے باپ کو برا بھلا کہے۔ چنانچہ خطیب منبر پر گیا اور اس نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کی بہت مذمت کی، اور یزید اور اس کے باپ معاویہ کی مبالغہ آمیز تعریف کی۔

جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے فریاد کرتے ہوئے کہا:

﴿وَيْلَكَ اَيُّهَا الْخَاطِبِ اشْتَرَيْتَ مَرْضَاتَ الْمَخْلُوقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ﴾

وائے ہو تم پر اے خطیب! تو نے مخلوق کی خوشنودی کو پروردگار کی ناراضگی کے بدلے خرید لیا۔ پس تو جہنم میں اپنی جگہ تلاش کر۔

ابن سنان خفاجی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں کس قدر خوب شعر کہا ہے:

اَعَلٰی الْمَنَابِرِ تُعْلِنُوْنَ بِسَبِّهِ وَ بِسَيْفِهِ نُصِبَتْ لَكُمْ اَعْوَادُهَا

منبروں پر بیٹھ کر امیر المؤمنین علیہ السلام پر علانیہ لعنت کرتے ہو جب کہ یہ ان منبروں کی لکڑیاں اس کی تلوار کے طفیل تمہیں میسر آئیں۔

اسی روز یزید نے علی بن الحسین علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ تمہاری تین حاجات کو پورا کروں گا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اہل بیتؑ کو ایسی جگہ لے جایا جائے جہاں گرمی اور سردی سے محفوظ نہ رہ سکیں، چنانچہ انہیں ایسے ہی مقام پر ٹھہرایا گیا کہ ان کی پاکیزہ صورتیں زخموں سے پھٹ گئیں، جب تک اہل بیتؑ دمشق میں قید رہے انہوں نے عزاداری امام حسین علیہ السلام کو جاری رکھا۔

جنابِ سکینہؑ کا خواب

جناب سکینہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: جب دمشق میں ہمیں چار دن گزر گئے تو میں نے ایک خواب دیکھا۔ بی بیؑ نے ایک خواب طولانی نقل فرمایا اور اس کے آخر میں بیان فرمایا: میں نے دیکھا کہ ایک خاتون ایک خیمہ میں بیٹھی ہے جس کے دونوں ہاتھ سر پر ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ بی بی کون ہیں؟ تو کہنے والے نے کہا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہیں تمہاری دادی ہیں۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں ان کے پاس جاؤں گی اور جو مظالم ہم پر ڈھائے گئے ہیں انہیں بیان کروں گی۔ اس کے بعد میں جلدی سے ان کے پاس گئی اور ان کے سامنے کھڑی ہوئی اور رو کر کہنے لگی۔

اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے حق سے انکار کیا گیا، ہمارے کنبے کو جدا کیا

گیا، ہمارے حرم میں داخل ہونا مباح سمجھا گیا۔ اے مادر گرامی! خدا کی قسم، ہمارے بابا حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا۔

﴿فَقَالَتُ لِيُ كُفِّي صَوُتَكِ يَا سُكَيُنَةُ فَقَدُ قَطَّعُتِ نِيَاطَ قَلُبِيُ﴾

انہوں نے فرمایا: میری پیاری بیٹی اس سے زیادہ کچھ نہ کہو! تمہاری باتوں نے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ یہ تمہارے بابا حسین علیہ السلام کی قمیص میرے پاس ہے یہ ہمیشہ میرے پاس رہے گی، یہاں تک کہ اس قمیص کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گی۔ ابن لھیعہ نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت نقل کی ہے: راس الجالوت نے مجھے دیکھا اور کہا: خدا کی قسم میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر (۷۰) اجداد کا فاصلہ ہے۔ یہودی جب بھی مجھے دیکھتے ہیں میری بہت تعظیم کرتے ہیں، لیکن باوجود اس کے کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی اولاد کے درمیان فقط ایک باپ کا فاصلہ ہے تم نے اس کی اولاد کو قتل کر دیا۔

بادشاہِ روم کے سفیر کی داستان

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو یزید کے پاس لایا گیا، تو وہ جشن کی محفل منعقد کیا کرتا، اور سر امام حسین علیہ السلام کو اپنے سامنے رکھتا تھا۔ ایک دن روم کے بادشاہ کا سفیر جو کہ اشرافِ روم میں سے تھا مجلس یزید میں آیا، اور یزید سے پوچھنے لگا: اے عرب کے بادشاہ! یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے جواب دیا: تجھے اس سر سے کیا کام؟ اس نے کہا: جب میں بادشاہ کے پاس واپس جاؤں گا جو کچھ میں نے یہاں دیکھا ہے اس کے بارے میں وہ پوچھے گا، اور یہ کتنا اچھا ہوگا کہ میں اس سر اور اس کے وارث کے بارے میں بیان کروں تا کہ وہ تمہاری

خوشیوں میں شریک ہو۔ یزید نے جواب دیا: یہ سر حسین ابن علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کا ہے۔ رومی پوچھنے لگا: اس کی ماں کا نام کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: فاطمہ بنت محمدؐ۔

نصرانی نے کہا: وائے ہو تم پر اور تمہارے دین پر۔ میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے، کیونکہ میرا باپ حضرت داؤد کی نسل سے ہے۔ میرے اور ان کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ پھر بھی تمام نصرانی میری تعظیم کرتے ہیں، اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک کے طور پر اٹھاتے ہیں، جبکہ حسینؑ اور تمہارے پیغمبرؐ کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ تم کیسا دین رکھتے ہو؟ اس کے بعد یزید سے کہنے لگا کہ کیا تو نے گرجا حافر کی داستان سنی ہے۔ اس نے کہا: بیان کرو کہ سنوں۔ اس عیسائی نے کہا:

عمان اور چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ جس کو عبور کرتے ہوئے ایک سال لگتا ہے۔ اس دریا کے درمیان کوئی آبادی نہیں سوائے ایک شہر کے جو دریا کے درمیان ہے، جس کی لمبائی اور چوڑائی اسی (۸۰) فرسخ ہے۔ (مترجم، ایک فرسخ تین میل ہے) کرۂ زمین پر اس سے بڑا کوئی شہر نہیں۔ اس شہر سے یاقوت اور کافور دوسرے ممالک کو بھیجا جاتا ہے، اور اس کے درخت عود و عنبر کے ہیں۔

یہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، اس کا ہر بادشاہ عیسائی ہوتا ہے، اور اس شہر میں بہت سارے گرجا گھر ہیں، اور ان میں سے سب سے بڑا گرجا گھر حافر ہے، اور اس کے محراب میں سونے کا ایک برتن ہے کہ جس میں ایک سُم ہے مشہور ہے کہ اس گدھے کا سم ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوتے تھے، اور اس برتن کو ریشمی کپڑوں کے ساتھ لپیٹا گیا ہر سال عیسائی کثیر تعداد میں دور دراز سے اس گرجا گھر کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور اس برتن کے گرد طواف کرتے ہیں۔

اس کا بوسہ لیتے ہیں۔ اس جگہ پر خدا سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں۔ یہی

ان کا عقیدہ ہے اور یہی ان کا عمل۔ اس سم کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ اس گدھے کا سُم ہے کہ جس پر ان کے پیغمبر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے، لیکن تم نے اپنے پیغمبرؐ کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ﴿لاَ بَارَکَ اللّٰهُ فِیْکُمْ وَلاَ فِیْ دِیْنِکُمْ﴾

یزید نے حکم دیا کہ اس عیسائی کو قتل کر دو اس نے مجھے میری اپنی مملکت میں رسوا کیا ہے۔ عیسائی جب اپنے قتل ہونے سے باخبر ہوا، تو یزید سے کہا: کیا تو مجھے قتل کر دے گا؟ تو اس نے کہا: ہاں، تو عیسائی نے کہا کہ تو جان لے کہ کل رات میں نے تیرے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا، وہ مجھے فرما رہے تھے کہ اے عیسائی تو اہل بہشت سے ہے۔ میں نے اس بشارت پر تعجب کیا اب میں کلمہ شہادتین پڑھتا ہوں۔

﴿اَشْهَدُ اَنَّ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کے مقدس سر کو اٹھایا اپنے سینے سے لگایا، اور اس کے بوسے لیتے ہوئے روتا رہا، یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔

حدیث منہال

راوی کہتا ہے کہ ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام قید خانے سے باہر تشریف لائے، اور دمشق کے بازار میں جا رہے تھے۔ منہال بن عمران ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگے: ﴿کَیْفَ اَمْسَیْتَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟﴾ اے فرزند رسول خداؐ آپ نے شام کیسی گزاری؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿اَمْسَیْنَا کَمَثَلِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فِیْ آلِ فِرْعَوْنَ﴾

ہم نے اس طرح شام کی جس طرح بنی اسرائیل قوم فرعون کے درمیان گزارتے تھے کہ ان کے بیٹوں کو قتل کرتے تھے، اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اے

منہال! عرب لوگ عجم پر فخر کرتے ہیں کہ محمدؐ عرب تھے اور قریش، تمام عربوں پر افتخار کرتے ہیں کہ محمدؐ ہمارے قبیلے سے تھے، اور ہم ان کے اہل بیتؑ ہیں، لیکن ہمارے حق کو غصب کیا گیا، اور ہمیں قتل کیا گیا اور ہمیں دربدر کیا گیا۔

﴿فَاِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ مِمَّا اَمْسَيْنَا فِيْهِ يَا مِنْهَالَ﴾

اور کتنا اچھا شعر مہیار نے کہا ہے:

يُعَظِّمُوْنَ لَهُ اَعْوَادَ مِنْبَرِهِ وَ تَحْتَ اَرْجُلِهِمْ اَوْلَادَهُ وَ ضَعُوا
بِاَيِّ حُكْمٍ بَنُوْهُ يَتْبَعُوْنَكُمْ وَ فَخْرُكُمْ اَنَّكُمْ صَحْبٌ لَهُ تَبَعٌ

رسول خداﷺ کی خاطر آپ کے منبر کی لکڑیوں کا احترام کرتے ہیں، لیکن ان کے بیٹوں کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں۔ کون سے قانون کے مطابق پیغمبرؐ کے بیٹے تمہارے تابع ہو جائیں، جبکہ تمہارا افتخار اس بات میں ہے کہ تم ان کے پیروکار ہو۔

ایک دن یزید نے علی بن حسینؑ اور عمرو بن الحسن کو طلب کیا، عمرو اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ یزید نے اس سے کہا: کیا تو میرے بیٹے خالد سے کشتی لڑے گا۔ عمرو نے کہا: نہیں، لیکن ایک چاقو مجھے دے دو اور ایک چاقو اسے دے دو۔ ہم دونوں آپس میں جنگ لڑیں گے۔ یزید نے کہا:

شِنْشِنَةٌ اَعْرِفُهَا مِنْ اَخْزَمٍ هَلْ تَلِدُ الْحَيَّةُ اِلَّا الْحَيَّةَ

اس کے بعد یزید نے علی بن الحسینؑ سے کہا: وہ تین حاجات جن کو پورا کرنے کا میں نے وعدہ کیا ہے طلب کرو حضرتؑ نے فرمایا:

پہلی حاجت یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار کے سر مقدس کو مجھے دے دو تا کہ میں اس صورت نازنین کی زیارت کروں۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ جو ہمارے مال و اسباب لوٹے گئے ہیں وہ ہمیں

واپس کیے جائیں۔

تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو کسی امین شخص کو مقرر کرتا کہ وہ ان مستورات کو مدینہ تک پہنچائے۔

یزید نے جواب دیا: تم اپنے باپ کے سر کی زیارت کبھی نہ کر سکو گے، اور میں نے تم کو معاف کر دیا اور تمہارے قتل سے گریز کیا اور ان عورتوں کو تمہارے سوا کوئی دوسرا مدینہ واپس نہیں لے جائے گا، اور وہ اموال جو تم سے چھینے گئے ہیں۔ ان کے بدلے کئی گنا زیادہ قیمت ادا کر دوں گا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں۔ اسے رہنے دو تاکہ تمہارے مال میں کمی نہ آ جائے، لیکن ہم اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینا چاہتے ہیں، کیونکہ اس میں میری دادی فاطمہ بنت محمدؐ کے ہاتھوں سے بنے ہوئے لباس، مقنعہ، چادر اور قمیص ہیں۔ یزید کے حکم کے مطابق ان چیزوں کو واپس کیا گیا، اور دو سو دینار اس مال سے مزید امام زین العابدین علیہ السلام کو دیا۔ حضرت سجاد علیہ السلام نے دو سو دینار لے کر فقراء میں تقسیم کر دیئے اور اس کے بعد یزید نے حکم صادر کیا کہ خاندانِ حسینؑ کے اسیروں کو ان کے وطن مدینہ واپس پہنچایا جائے۔

لیکن امام حسین علیہ السلام کے سر مقدس کے بارے میں روایت ہے کہ اس کو کربلا بھیجا گیا اور ان کے بدن شریف کے ساتھ دفن کیا گیا، اور علماءِ امامیہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے۔ اس روایت کے علاوہ بہت سی روایات ہماری اس روایت کے مطابق نقل ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ اختلاف بھی موجود ہے، لیکن ہم اسے نقل نہیں کرتے، کیونکہ ہماری غرض اس کتاب کو مختصر لکھنا ہے۔

اہل بیتؑ کا کربلا میں ورود

راوی کہتا ہے: جب امام حسین علیہ السلام کے اہل بیتؑ شام سے عراق کی طرف آئے تو انہوں نے قافلے کے راہنما سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف سے لے چلو۔ جب سرزمین کربلا پر پہنچے تو ان کی ملاقات جابر بن عبداللہ انصاری اور چند افرادِ بنی ہاشم سے ہوئی، جو مدینہ سے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ سب گریہ و بکا کرنے لگے، اور منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ ﴿وَ اَقَامُوْ الْمَاتَمَ الْمُقْرِحَةَ لِلْاَكْبَادِ﴾ اس طرح عزاداری کی کہ جو دلوں اور جگر کو مجروح کرنے والی تھی۔

عرب عورتوں کی ایک جماعت کربلا میں موجود تھی وہ چند روز اسی طرح عزاداری کرتی رہیں۔ ابی حباب کلبی سے روایت کی گئی ہے کہ گچ کاروں کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم رات کو مقام حبابہ پر جاتے تھے، اور اپنے کانوں سے امام حسین علیہ السلام پر جنوں کے رونے کی آوازیں اور ان کے نوحے سنتے تھے، اور وہ کہتے تھے:

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِيْنَهُ

فَلَهُ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْدِ

اَبَوَاهُ مِنْ اَعْلٰى قُرَيْشٍ

وَ جَدُّهُ خَيْرُ الْجُدُوْدِ

اہل بیتؑ مدینہ کے قریب

کربلا کے بعد مدینہ کی طرف چل پڑے۔ بشیر بن جذلم کہتا ہے: جب مدینہ کے نزدیک پہنچے، علی بن الحسین علیہ السلام سواری سے اترے اور خیمے نصب کئے، اور مستورات کو بھی اتارا، اور فرمایا: اے بشیر! خدا مغفرت فرمائے تیرے باپ پر جو بڑے

شاعر تھے۔ آیا تو بھی شعر پڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بشیر کہتا ہے: میں گھوڑے پر سوار ہوا اور جلدی سے مدینہ میں پہنچا۔ جب مسجد رسول خداﷺ کے دروازے پر پہنچا تو بلند آواز سے گریہ کرنے لگا، اور یہ اشعار انشاء کئے۔

یَا اَهْلَ یَثْرِبَ لاَ مُقَامَ لَکُمْ بِهَا　　قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعی مِدْرَارٌ

اَلْجِسْمُ مِنْهُ بِکَرْبَلاَءَ مُضَرَّجٌ　　وَ الرَّاْسُ مِنْهُ عَلَی الْقَنَاةِ یُدَارٌ

اے مدینہ والو! اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہ گیا، کیونکہ حسینؑ قتل ہو چکے، اور ان کی شہادت کی وجہ سے میری آنکھوں کے آنسو بارش کی طرح بہہ رہے ہیں۔ حسینؑ کا جسد اطہر سرزمین کربلا پر خاک وخون میں غلطان ہوا اور آپؑ کا سر اقدس نیزہ پر شہروں میں پھرایا گیا۔

اس کے بعد میں نے کہا: اے اہل مدینہ! اس وقت علی ابن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے نزدیک آئے ہیں، اور تمہارے شہر کی دیواروں کے پیچھے تشریف فرما ہیں۔ میں ان کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں ان کی منزل دکھا سکوں۔

اس بات کو سنتے ہی مدینہ کی تمام پردہ دار عورتیں ننگے سر باہر نکل آئیں اور فریاد کرنے لگیں۔ اس دن سے پہلے کبھی بھی ایسا گریہ نہیں دیکھا گیا۔ مسلمانوں پر اس دن سے سخت تر کون سا دن ہوگا؟ میں نے سنا کہ ایک عورت امام حسینؑ پر گریہ کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی:

ترجمہ:۔ خبر دینے والے نے مجھے اپنے آقا ومولا کی شہادت سے آگاہ کیا۔ اس خبر نے میرے دل کو مجروح کر دیا۔ مجھے مریض کر دیا۔ پس تم اے میری آنکھوں بکثرت گریہ وزاری کرو، اور اشکوں کے بعد اشک بہاؤ۔ اس شخص کے لئے کہ جس کی مصیبت نے عرش خدا پر اثر کیا اور اسے ہلا دیا، اور اس کی شہادت سے بزرگی و دیانت

کے اعضاء و جوارح کٹ گئے۔ گریہ کرو اولادِ رسول خداؐ اور اولاد علی بن ابیطالبؑ پر اگرچہ وہ وطن سے دور ہو گئے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد کہا: اے خبر لانے والے شخص! تو نے ہمارے غم کو شہادتِ حسین علیہ السلام سے تازہ کر دیا۔ ابھی ہمارے دل کے زخموں کو شفا نہیں ملی تھی کہ تو نے دوبارہ زخمی کر دیا۔ تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں کہ میرے آقا و مولا علی بن حسین علیہ السلام نے مجھے بھیجا ہے۔ حضرتؑ اہل حرم کے ساتھ فلاں مقام پر اُترے ہیں۔

بشیر نے کہا: اہل مدینہ مجھے وہاں چھوڑ کر بہت جلدی سے مدینہ سے باہر نکل گئے۔ میں نے گھوڑے کو دوڑایا، اور اپنے آپ کو ان تک پہنچایا، اور میں نے دیکھا کہ کثرتِ ہجوم سے راستہ بند ہو گیا اور جگہ خالی نہیں چھوڑی، اور میں گھوڑے سے اترا، اور بمشکل خیموں کے قریب پہنچا۔

علی بن حسین علیہ السلام خیمے کے اندر تھے۔ چند لمحوں کے بعد خیمے سے باہر آئے۔ ان کے ہاتھ میں رومال تھا جس کے ذریعہ آنکھوں سے آنسو صاف کر رہے تھے، اور حضرتؑ کے پیچھے ان کا خادم تھا۔ وہ کرسی لے آیا اور اسے زمین پر رکھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام اس پر بیٹھے، لیکن ان کی آنکھیں مسلسل اشکبار تھیں، اور رونے کی آوازیں ایک طرف سے آ رہی تھیں۔ مستورات اور کنیزوں کے نوحے بلند تھے، اور لوگ ہر طرف سے حضرتؑ کو تعزیت پیش کرتے تھے، گویا فضائے عالم گریہ و نوحہ کر رہی تھی۔

خطبہ حضرت سجاد علیہ السلام نزدِ مدینہ

اس وقت امام سجاد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔

لوگوں نے رونا بند کر دیا۔

ترجمہ:۔ فرمایا: حمد ہے اس خدا کے لئے جو تمام عالمین کا پالنے والا، اور روزِ جزا کا مالک، اور تمام مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ خدا عقلوں کے ادراک سے دور ہے۔ اور مخفی راز اس پر ظاہر ہیں۔ حمد خدا کرتا ہوں مشکلات کے دیکھنے پر، زمانے کی سختیوں پر، دردناک داغوں پر، زہر آلود غموں پر، عظیم مصیبتوں اور بلاؤں پر۔

اے لوگو! حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمارا امتحان بہت بڑی مصیبتوں کے ذریعہ لیا، اور اسلام میں بہت بڑا خلا واقع ہوا۔ امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار قتل کیے گئے۔ ان کی مستورات کو قیدی بنایا گیا۔ ان کے سر اقدس کو نیزے پر چڑھا کر شہروں میں پھرایا گیا۔ یہ ایسی مصیبت ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

اے لوگو! تمہارے مردوں میں کوئی ایسا مرد ہوگا جو اس مصیبت کے سننے کے بعد خوشحال ہوگا؟ اور کون سا دل ہے جو اس غم و اندوہ سے خالی ہے؟ اور کون سی آنکھ ہوگی جو اس غم پر آنسو بہانے سے گریز کرے گی؟ جب کہ سات آسمان اس کے قتل پر روئے۔ دریاؤں نے اپنی موجوں کے ساتھ گریہ کیا، اور آسمان اپنے ارکان کے ساتھ روئے۔ تمام زمین نے گریہ وزاری کی۔ درختوں کی شاخوں، دریاؤں کی مچھلیوں، دریا کی موجوں اور مقرب فرشتوں اور سات آسمانوں کی تمام مخلوق نے اس مصیبت میں عزاداری کی۔ اے لوگو کون سا ایسا دل ہے جو اس کی طرف متوجہ ہو اور گریہ نہ کرے؟ اور کون سا کان ہے کہ جو اسلام پر آنے والی اس عظیم مصیبت کو سننے کی قدرت رکھے؟

اے لوگو ہمیں پراکندہ کیا گیا، اور اپنے شہروں سے دور کیا گیا۔ گویا کہ ہم ترکستان و کابل کے باشندے ہیں، جبکہ ہم نے نہ کوئی جرم کیا نہ گناہ۔ نہ کوئی ناپسندیدہ کام اور نہ دین اسلام میں کوئی تبدیلی کی۔

خدا کی قسم پیغمبر اکرم ﷺ نے جو سفارشات ہمارے حق میں فرمائی ہیں اگر ان کی بجائے ہمارے ساتھ جنگ کرنے کا فرمان جاری کرتے۔تو ظالم اس سے زیادہ ظلم نہ کر پاتے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ہماری مصیبت کس قدر بزرگ، دردناک دلوں کو جلانے والی، سخت، تلخ اور مشکل تھی۔ خداوند متعال سے درخواست ہے کہ ان مصائب اور سختیوں کے بدلے ہمیں اجر ورحمت عطا فرمائے۔ کیونکہ وہ عزیز اور انتقام لینے والا ہے۔

جب خطبہ امام سید سجاد علیہ السلام اس جگہ پہنچا تو صوحان بن صعصعۃ بن صوحان کہ جو چلنے سے عاجز تھے، اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، اور معذرت خواہی کرتے ہوئے کہا: یاابن رسول اللہؐ میں پاؤں سے محروم اور اپاہج ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی امداد نہ کر سکا۔ حضرتؑ نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے باپ صعصعہ کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔

مدینہ کے مکانات کی حالت زار

اس کے بعد امام سجاد علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہر مدینہ میں وارد ہوئے اور اپنے اقرباء کے گھروں اور اپنے قبیلہ کے مردوں پر نگاہ ڈالی، دیکھا تمام گھر اپنے زبانِ حال سے اپنے عزیزوں اور مردوں کے گم ہو جانے پر نوحہ کناں تھے، آنسو بہا رہے تھے۔ مصیبت زدہ عورتوں کی طرح گریہ کر رہے تھے، اور اپنے وارثوں کے احوال پوچھ رہے تھے اور حضرتؑ کے دل کے غم کی آگ میں اضافہ کر رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کا بیت الشرف فریاد بلند کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے لوگو! میرا عذر قبول کرنا کہ جس طرح میں نوحے پڑھ رہا اور فریاد کر رہا ہوں، اسی طرح تم بھی اس

مصیبت میں میری مدد کرو۔

کیونکہ میں ان کے فراق میں نالہ کر رہا ہوں، اور ان کے اخلاقِ کریمہ پر سوگوار ہوں۔ میرے دن رات میرے ہم راز اندرون خانہ کے چراغ اور میرے سحر گاہ اور میرے خیمے کی رسیاں میرے شرف وافتخار تھے، اور میری نصرت کرنے والے طاقت بخشنے والے، اور میرے لئے سورج اور چاند تھے۔

اور کس قدر راتوں کی وحشت کو اپنی بزرگواری کے ساتھ مجھ سے خارج کیا، اور اپنے لطف وکرم سے میری حرمت میں اضافہ فرمایا، اور اپنی سحر گاہ کی مناجات کو میرے کانوں تک پہنچایا، اور اپنے اسرار گراں مایہ سے مجھے گراں قدر بنایا، اور کس قدر راتوں کو اپنی نورانی مجالس ومحافل سے مجھے زینت بخشی اور اپنے فضائل کے ساتھ مجھے معطر فرمایا، اور میری خشک لکڑیوں کو اپنے نورانی دیدار سے سرسبز وشاداب کیا، اور میری نحوست کو اپنی برکت کے ذریعہ نابود فرمایا۔

کس قدر فضیلت کی شاخوں کو میری آرزو کے کھیتوں میں کاشت کیا، اور میرے مقام کو اپنی مصاحبت سے محفوظ کیا۔ کتنی صبحوں کو میں نے تمام مکانوں پر فضیلت پائی، اور ان پر فخر کرتا اور خوشحال ومسرور تھا، اور میری کس قدر ناامیدیوں کو اپنی آرزوؤں سے زندہ کیا۔

کس قدر اپنے خوف کو جو خشک ہڈیوں کی مانند میرے وجود میں مخفی تھا باہر نکالا، لیکن موت کے تیر نے ان کو اپنا نشانہ بنایا، اور زمانے نے مجھ پر حسد کیا کہ وہ دشمنوں کے درمیان غریب رہ گئے، اور مخالفین کے تیروں کا نشانہ بن گئے۔ آج عظمت کا محور جوان کی انگلیوں کے اشاروں پر برقرار تھا، ختم کر دیا گیا، اور مجسمہ مناقب کے گم ہونے سے زبان شکوہ کرتی ہے، اور مجسمہ نیکی ان بزرگواروں کے اعضاء کے کٹ جانے سے نابود ہو جائے

گی، اور احکامِ خداوندی ان کی صورتوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔

افسوس اس باتقویٰ انسان پر کہ جس کا خون ان جنگوں میں بہایا گیا اور افسوس اس باکمال لشکر پر کہ جس کا پرچم ان مشکلات میں زمین پر گر پڑا۔

اگر لوگ رونے میں میرا ساتھ نہ دیں، اور جاہل لوگ مجھے ان مصیبتوں میں تنہا چھوڑ دیں۔ تو میری ہمنوائی کے لئے بوسیدہ خاک کے ٹیلے اور ویران گھروں کی دیواریں کافی ہیں، کیونکہ وہ بھی میری طرح گریہ وزاری کرتی ہیں، اور میری طرح غم واندوہ میں غوطہ زن ہیں۔

اگر تم لوگ سننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو سنو کہ ان شہدائے راہِ حق پر نمازیں کس قدر نوحہ کناں ہیں، اور ان کی بزرگی و کرامت ان کی ملاقات کی مشتاق ہیں، اور بخشش و کرم ان کے دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔

مسجدوں کے محراب ان کے فراق وجدائی پر گریہ کناں ہیں، اور بے نوا افراد ان کی عطاؤں کے لئے فریاد کر رہے ہیں۔ یقیناً ان فریادوں سے غم واندوہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور تمہیں کو معلوم ہو جاتا کہ اس عظیم مصیبت میں تم نے کوتاہی کی ہے، بلکہ اگر میری تنہائی اور میرے ٹوٹنے کو دیکھتے۔ تو تمہاری آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر مجسم ہو جاتے کہ پاکیزہ دل درد میں مبتلا ہو جاتے، اور سینوں میں افسوس واندوہ کو حرکت میں لاتے، اور وہ مکانات جو مجھ سے حسد کرتے تھے۔ میری سرزنش کرنے لگے اور روزگار کے خطرات مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ آہ کس قدر میں ان مکانوں کے دیکھنے کا مشتاق ہوں جن میں وہ مکین آرام فرما ہیں۔

اے کاش میں بھی انسان کی جنس سے ہوتا اور اپنے آپ کو تلواروں کے مقابلہ میں سپر بناتا، اور اپنی جان کو ان پر فدا کرتا، تاکہ وہ زندہ رہتے، اور ان کے دشمنوں سے

جنہوں نے نیزوں سے ان پر وار کیا انتقام لیتا، اور دشمنوں کے تیروں کو ان سے روکتا۔ اب جبکہ یہ افتخار مجھے نصیب نہیں ہوا۔ اے کاش میں ان ناز پروردہ بدنوں کا ٹھکانہ ومنزل ہوتا اور اتنا تو کرسکتا کہ ان کے اجسادِ طیبہ کو محفوظ کر لیتا۔

آہ اگر میں ان جانثار عالی قدر مردوں کی آخری آرام گاہ ہوتا۔ پوری کوشش و محنت کے ساتھ ان کے بدنوں کی حفاظت کرتا اور ان کے پرانے حقوق کو ادا کرتا، اور ان کے بدنوں پر پتھر گرنے سے روکتا، اور فرماں بردار غلاموں کی طرح ان کی خدمت میں کھڑا رہتا، اور ان نورانی و پاکیزہ صورتوں اور ان کے جسموں کے نیچے عظمت و کرامت کے فرش بچھاتا، اور ان کی محبت و ہم نشینی کی آرزو کو پہنچتا، اور ان کے نور سے اپنے باطن کو روشن کرتا۔

آہ کس قدر اپنی آرزوؤں تک پہنچنے کا مشتاق ہوں، اور کس قدر اپنے اندر بسنے والوں کی دوری پر غم ناک ہوں، اور دنیا کی تمام فریادیں اور نالے میرے نالوں اور فریادوں سے کم تر ہیں، اور ہر قسم کی دوا ان کے پاکیزہ وجود کے علاوہ میری شفا کے لئے بے اثر ہے، لیکن میں نے ان کے غائب ہونے پر لباس عزا زیب تن کر لیا اور سوگواری کی قمیص پہن لی ہے، اور صبر کو پانے سے ناامید ہو چکا ہوں، اور میں نے کہا: آسائش و آرام زمانہ کے سبب میری اور تیری ملاقات قیامت کے دن ہوگی۔

ابن قتیبہ نے کس قدر بہترین اشعار کہے ہیں کہ جب ان ویران گھروں کو دیکھا تو رونے لگا اور یوں گویا ہوا:

ترجمہ آلِ محمدؐ کے گھروں کے پاس سے گزرا، اور دیکھا کہ وہ مکانات اس دن کی طرح نہیں جب آلِ محمدؐ ان میں سکونت پذیر تھے۔ خداوند تعالیٰ ان گھروں اور ان کے بسنے والوں کو اپنی رحمت سے دور نہ کرے۔ اگر چہ میرے خیال میں آج یہ مکانات

اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں۔

جان لو کہ شہدائے کربلا کا قتل مسلمانوں کی گردن میں ذلت کا طوق ہے، اور اب ان کی ذلت کے آثار ظاہر ہیں۔ فرزندانِ آل پیغمبرؐ جو ہمیشہ لوگوں کی پناہ گاہ تھے، اور اب دلوں کیلئے مصیبت بن گئے ہیں تمام مصیبتوں سے عظیم اور غمناک ترین ہیں۔ مگر تم نے نہیں دیکھا کہ سورج کا رنگ شہادت حسین علیہ السلام کی وجہ سے بیماروں کی طرح زرد ہو گیا، اور زمین اس مصیبت کی وجہ سے لرزنے لگی۔ اے وہ شخص جو مصیبت ابا عبداللہؑ کو سنتے ہو غم و حزن میں اس طرح رہو کہ جس طرح فرزندانِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے۔

گریۂ امام زین العابدین علیہ السلام

روایت میں ہے: امام زین العابدین علیہ السلام باوجود اس مقام حلم و صبر کے جس کی توصیف نہیں کی جا سکتی، اس مصیبت میں بہت روتے اور ان کے غم و حزن کی انتہا نہ تھی۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ زین العابدین علیہ السلام چالیس (۴۰) سال اپنے باپ کی مصیبت میں روتے رہے۔ حالانکہ دنوں میں روزہ دار ہوتے، اور راتوں میں عبادت کرتے تھے، اور جب افطاری کا وقت ہوتا حضرت علیہ السلام کا غلام پانی اور کھانا آپ کے سامنے رکھتا تھا۔ اور عرض کرتا: میرے آقا جان! تناول فرمائیے۔ حضرت علیہ السلام کہتے

﴿قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ جَائِعًا قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَطْشَانًا﴾

پیغمبرؐ کے بیٹے کو بھوکا و پیاسا قتل کیا گیا، اور ہمیشہ یہ بات کرتے اور روتے تھے۔ جب بھی کھانا اور پانی تناول فرماتے تو ان کی آنکھیں اشکوں سے پُرنم ہو جاتی تھی، اور ہمیشہ اس حالت میں رہے، یہاں تک کہ دنیا سے انتقال کر گئے۔

حضرت سجاد علیہ السلام کا غلام نقل کرتا ہے: ایک دن حضرتؑ صحرا کی طرف گئے،

اور مَیں ان کے پیچھے گیا۔ دیکھا کہ حضرتؑ نے اپنی پیشانی ایک سخت پتھر پر رکھی ہے۔ مَیں کھڑا ہوگیا اور ان کا گریہ و نالہ سنتا رہا، اور حساب کیا کہ ہزار مرتبہ کہا:

﴿لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَعَبُّدًا وَ رِقًّا، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِيْمَانًا وَ تَصْدِيْقًا وَ صِدْقًا﴾

اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھایا۔ میں نے دیکھا حضرتؑ کا چہرہ اور محاسن آنسوں سے تر تھے۔ میں نے عرض کیا: آپؑ کا غم و گریہ ختم ہونے والا نہیں ہے؟

فرمایا: افسوس تم پر! یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خود پیغمبر اور پیغمبر کے بیٹے تھے، ان کے بارہ بیٹے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹے کو ان کی نظروں سے دور کر دیا۔ پریشانی اور غم کے دباؤ سے ان کے سر کے بال سفید ہو گئے، اور غم کی وجہ سے ان کی کمر خمیدہ اور رونے کی وجہ سے آنکھوں کا نور ختم ہوگیا، حالانکہ ان کا فرزند زندہ تھا۔ لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے باپ اور بھائی اور ۱۷ افراد میرے اہل بیتؑ کے قتل کئے گئے، اور خاک پر پڑے رہے۔ پس کس طرح میرا غم و حزن ختم ہو اور میرے رونے میں کمی واقع ہو۔

راقم الحروف کا بیان ہے: میں یہ اشعار پڑھتا ہوں اور ان بزرگواروں کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

کون ہے جو جا کر شہداءِ کربلا کو خبر دے اور کہے کہ تم نے لباس غم اُتار کر ہمیں دے دیا ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوسکتا، بلکہ ہمیں پُرانا اور نابود کرتا ہے۔ اور وہ زمانہ کہ جس میں تم سے ملاقات ہمیں خوشحال کرتی تھی، اب تمہاری جدائی ہمیں رُلاتی ہے، اور تمہارے غائب ہونے سے ہمارے ایام زندگی سیاہ ہوگئے، حالانکہ ہماری اندھیری راتیں تمہارے نور سے روشن تھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ
وَ عَجِّلْ فَرَجَھُمْ وَ الْعَنْ اَعْدَائَھُمْ.

❁❁❁❁❁

اطلاع برائے مومنین

1- 1980ء سے قائم کردہ ''شعبہ شادی بیاہ'' باقاعدگی سے کام کررہا ہے۔ ضرورتمند حضرات صبح 9 بجے سے دن 12 بجے اور شام 5 بجے سے رات 8 بجے کے دوران رابطہ کریں۔

2- 1987ء سے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے اجتماعی طور پر 10 روزہ مجالس عزا ہر سال 5 اپریل سے 14 اپریل بوقت 4 بجے شام مرکزی امام بارگاہ G-6/2 اسلام آباد میں منعقد ہوتی ہیں۔

3- 1997ء سے ہر سال قافلہ برائے حج بیت اللہ زیر اہتمام ''کاروان عمار یاسر'' اسلام آباد سے روانہ ہوتا ہے۔

4- اسلامک بک سنٹر/عمار کیسٹ لائبریری کے تحت ہر قسم کی دینی کتب، علمائے کرام کی آڈیو، ویڈیو کیسٹیں/سی ڈیز اور نگینے وغیرہ برائے فروخت دستیاب ہیں۔

سید محمد ثقلین کاظمی

C-362، گلی نمبر 12، G-6/2۔ اسلام آباد۔ فون: 051-2870105